ایران جاگ اُٹھا

انعام اللہ خاں

اردو اکیڈمی سندھ کراچی

ایران جاگ اُٹھا

از

آقائے انعام اللہ خاں

سکریٹری مؤتمر عالم اسلامی (مرکزی)

ناشر

اُردو اکیڈمی سندھ
مشن روڈ - کراچی

اُردو مرکز
گنپت روڈ لاہور

کتابت — سید تہذیب حسین جلی

مطبوعہ — روٹری پریس کراچی

پہلی بار — ۱۴ مارچ ۱۹۵۲ء

قیمت

(ایک روپیہ چار آنے عہ؍)

اِنتساب

پیٹرول کے ان بھڑکتے ہوئے

شعلوں کے نام جو عالم اسلامی

کے لئے مشعلِ راہ

ہیں

مقصد!

دنیا کے نقشے پر پاکستان کے ابھرتے ہی مسلمانوں کی زندگی میں (من حیث الجماعت) اتنے مسائل ابھر آئے کہ ہر مسلمان اپنی جگہ پر تڑپ اٹھا لوگوں نے ان مسائل پر سوچنا شروع کیا اور اکثریت نے ان سے گریز و فرار چاہا، اور اپنے ذہن کو (جو حالات کا جائزہ لیکر حالات سے مقابلہ کی راہیں کھولنے کے لئے خلق کیا گیا ہے) دوسری سمتوں کی جانب (یا زیادہ صحیح لفظوں میں مخالف سمتوں میں) موڑ دیا اور مسلمان اس طرف متوجہ ہو گیا جو تباہی و بربادی کا راستہ ہے۔

کسی اُمت کے لئے دو متعینہ راہیں ہیں۔

ا۔ مقابلہ و مجادلہ کی خار دار راہوں سے گزرتے ہوئے سرفرازی و کامرانی کی منزل کی جانب۔

ب۔ "سرور و خمار" کی نشیلی سڑکوں سے ہوتے ہوئے تباہی و بربادی کے غاروں میں

اقبال اسی حقیقت کو اس طرح بیان کرتا ہے ؎

آ تجھ کو بتاتا ہوں تقدیرِ اُمم کیا ہے　　　شمشیر و سناں اوّل طاؤس و رباب آخر

اور مسلمانوں سے زیادہ اس حقیقت سے کون واقف ہو سکتا ہے کہ ان پر کئی مرتبہ یہ دور گذر چکا ہے انہوں نے بارہا مظلوم انسانوں کی فریادیں سُن کر بے ساختہ لبیک بھی کہا ہے اور پھر تلواروں کی چمک دیکھ کر "بدمستی" میں "غرق مئے ناب اولٰی" کے مستانہ نعرے بھی لگائے ہیں، اور دونوں کے نتائج بھی ان کے آگے آئے ہیں،

آپ نے کبھی محسوس کیا ہے کہ جب کوئی قوم جنگ لڑ رہی ہوتی ہے تو تمام ذرائع جو جنگ سے پہلے دوسرے مقاصد رکھتے تھے اپنا مقصد فوراً بدل دینے پر مجبور ہو جاتے ہیں، وہ درزی جو اب تک صرف حسین و جدید وضع کی شیروانیوں اور غراروں میں مصروف تھا "فوجی وردیاں" سینا نظر آنے لگتا ہے۔ وہ کارخانے جو محض "سامانِ تعیش" بنانے میں مصروف تھے، اچانک اپنا نقطۂ نظر تبدیل کر دیتے

ہیں۔ وہ اخبار جواب تک لڑکیوں کے فرار و اغوا کی داستانیں سنسنی خیز سرخیوں کے ساتھ چھاپنے کے عادی تھے، اب صرف اپنے سپاہیوں کی پیش قدمی اپنے زخمیوں کی آہیں اور اپنے شہیدوں کی جرأتوں کی داستانیں بیان کرنے لگتے ہیں،

کیوں؟

صرف ایک جواب ہے "اپنی آن کی خاطر!"

زندہ تو وہ قومیں بھی رہتی ہیں جو غلام ہوتی ہیں سانس لینے سے تو دشمن بھی نہیں روکتا، قومیں اگر غلام بنتے ہی جسمانی طور پر بھی مردہ ہو جائیں تو دشمن کا مقصود ہی فوت ہو جائے، وہ لڑکیاں جن سے دشمن لذت حاصل کرنا چاہتا ہے زندہ رہتی ہیں وہ افراد جنہیں دشمن اپنی خدمت کا بندہ بناتا ہے، سانس لیتے ہی رہتے ہیں وہ ذرائع جن سے دشمن کو منفعت اٹھانی ہے باقی رکھے ہی جاتے ہیں اور شاید یہ غلامی ان افکار و خیالات سے بھی نجات بخش دیتی ہے جو کسی آزاد قوم کو ہر وقت پریشان و بیدار رکھتے ہیں،

نے تیر کماں میں ہے نہ صیاد کمیں میں
گوشے میں قفس کے مجھے آرام بہت ہے

ہاں مگر وہ آن باقی نہیں رہتی جس کے لئے جان جیسی عزیز چیز بھی لٹا دی جاسکتی ہے اپنا سارا چین و آرام غارت کیا جاسکتا ہے ورنہ کیا باقی نہیں رہتا ——؟

ایک آزاد قوم اور ایک غلام قوم کے درمیان صرف ایک آن ہی تو ہے جو فرق پیدا کرتی ہے، مردی و نامردی میں صرف ایک ہی قدم کا تو فاصلہ ہے!!

تقدیر کے خم و پیچ آج بھی اسی شدت سے موجود ہیں کہ یہ تقدیر الہیٰ ہے اپنی ہر بغاوت کے باوجود آدمی اس قانون الٰہی کو توڑ ڈالنے پر نہ کل قادر تھا نہ آج ہے!

پاکستان کے مسلمانوں کی کتنی بڑی بدنصیبی ہے کہ وہ مقابلہ و مجاولہ کے محاذوں سے فرار ہو کر طاؤس و رباب اور سرور و خمار میں گم ہو جانے کے متمنی ہیں۔ اس تمنا کو ابھرتے ہوئے

دیکھ کر زبردست منافع خوروں نے سرود و شعر کی محفلیں سجانی شروع کر دیں، افسانوں کی خلوت گاہوں "میں لڑکوں اور دوشیزاؤں کی "جنسی آسودگی" کے سامان مہیا کئے ساغر و مینا چھلکائے اور ان کا نام ادب و جنسی تربیت رکھ دیا گیا، مسلمان موت کو بھول گیا اور موت سے زیادہ قریب آگیا۔ الحمد للہ کہ اردو اکیڈمی سندھ اس "تمنائے عام" کا جواب دینے سے ہمیشہ گریزاں رہی حالانکہ "زر و سیم" کے ڈھیر اسی جواب کا بدل ہوتے ہیں!

پاکستان دنیائے اسلام کی سب سے بڑی دولت ہے۔ آج ہر مسلمان کی نگاہیں پاکستان کی طرف ہیں، فلسطین کی مسلمان دوشیزائیں اپنے پاکستانی بھائیوں کو پکار رہی ہیں کہ یہودیوں سے ہماری عصمت بچاؤ۔

تیونس کی آبادی سر برہنہ چیخ رہی ہے کہ فرانسیسی درندے اس کا خون چوسے لے رہے ہیں، مصر آپ کو پکار رہا ہے کہ اس کی بیٹیوں کو بیوگی سے بچایئے، مراکش "یا اخی الپاکستانی" کی آواز دے رہا ہے، ایران آپ کی جانب حسرت سے دیکھ رہا ہے، عراق اپنا زخم جگر آپ کے سامنے رکھے ہوئے ہے! اور پاکستانی سرود و شعر، طاؤس و رباب میں گم ہے،

پاکستان ایک اسلامی مملکت ہے، پاکستان صرف اس لئے لیا گیا ہے کہ وہ قانون اسلامی کا احیاء کریگا، پاکستان اگر مسلمانوں سے بے نیازی برتنا چاہے تو اس کا وجود بے معنی ہے!

کشمیر کی جراحتیں ہوں یا سویز کے زخم، ایران کا درد ہو یا شمالی افریقہ کے مسلمانوں کی پکار پاکستان کو ہر طرف متوجہ ہونا ہی پڑے گا، اس لئے نہیں کہ یہ کوئی انسانی اخلاقی فریضہ ہے۔ جی قطعاً اس لئے نہیں بلکہ صرف اس لئے کہ یہ اللہ کی کتاب کا فرمان ہے، رسول کا حکم ہے اور مسلمان اس کا غلام!

حکومت پاکستان جو کچھ کر سکتی ہے کر رہی ہے "اگر کہیں اس سے کوتاہی ہو گی تو یقیناً وہ رائے عام کی بے خبری اور غفلت کا نتیجہ ہوگی"،

پاکستانی ابھی تک ان حالات سے واقف نہیں ہے جن سے دوسرے مقامات پر اس کے

بھائی دوچار ہیں۔ موتمر عالم اسلامی نے یقیناً ایک بڑا کام کیا ہے کہ وہ نہ صرف پاکستان بلکہ پورے عالم اسلامی کی رائے عامہ کو بیدار کرنے کی کوشش و کاوش کر رہی ہے!!

بحیثیت اُردو کے ایک ناشر کے میرا فرض ہے کہ اُردو بولنے والوں تک وہ حالات پہنچاؤں جن کا پہنچانا ضروری ہے، وہ آوازیں جو اسلامی ممالک میں اٹھ رہی ہیں، وہ ہنگامے جو عالم اسلامی میں برپا ہیں، اس سے اپنے لوگوں کو لاعلم نہ رہنے دوں، گو پاکستان کی "تمنائے عام" یہ نہ سہی لیکن میرا کام تو یہی ہے، ؎

اگرچہ بت ہیں جماعت کی آستینوں میں
مجھے ہے حکم اذاں لا الٰہ الا اللہ

اور یہ وہی "تعمیل حکم اذاں" ہے کہ حیدرآباد کی خونیں داستان چھاپی، کشمیر پکار رہا ہے چھاپی اور اب "ایران جاگ اٹھا" آپ کے سامنے ہے،

"حیدر آباد کی خونیں داستان" چھاپنے کے بعد میں نے محسوس کیا کہ ہمارے عوام کچھ ساحری کی ساحری اور "گذشتہ غلامی کی جادوگری" سے اس درجہ مسحور ہیں کہ وہ اپنے مسائل حیات سے بھی واقف نہیں ہیں! چنانچہ میں نے جب کشمیر کے مسئلہ پر کتاب پیش کرنی چاہی اور اور ایک ایسے آدمی کی تلاش میں سرگرم ہوا جو صحیح طور پر کشمیر کیس کی ترجمانی کرسکے تو میری نگاہیں صرف ایک شخص پر جمیں —— خان انعام اللہ خان!

اور میں نے محسوس کیا کہ خاں صاحب عالم اسلام کی سیاسیات سے اتنی گہری دلچسپی رکھتے ہیں اور اتنی مفید معلومات ان کے ذہن میں قید ہیں کہ جو رائے عامہ کی بیداری کے لئے انتہائی طور پر سازگار ہو سکتی ہیں۔ انھیں عالم اسلامی سے اتنا زیادہ تعلق خاطر ہے اور اس سلسلہ میں وہ اتنا ایثار کر چکے ہیں کہ میں اکثر یہ سوچنے پر مجبور ہوتا ہوں کہ عالم اسلام اور مسلمانوں کے اتنے پُرخلوص اور وفادار خادم خدا کرے اور بھی ہوں،

ابھی کشمیر پکار رہا ہے چھپ کر باہر آئی تھی کہ "نفت ایران" کا ہنگامہ برپا ہو گیا

اور خان صاحب نے اس سلسلہ میں ایران کا سفر کیا، ایران سے واپسی کے بعد میں نے کشمیر کی طرح ایران پر بھی ایک کتاب کی ستدعا کی،

میں ممنون ہوں کہ خانصاحب نے مجھے مایوس نہیں کیا ـــــ اور اب انعام اللہ خاں صاحب مجھ سے اس مسئلہ پر متفق ہو گئے ہیں کہ مختلف اسلامی ممالک پر پاکستانیوں کے لئے اُردو کتابوں اور کتابچوں کی شدید ضرورت ہے تاکہ ہمارے پاکستانی ان حالات اور ہنگاموں سے صحیح طور پر ان کے پورے پس منظر کے ساتھ واقف ہو سکیں جنھوں نے عالم اسلامی کو تباہ و برباد کر دینے کا بیڑا اٹھا رکھا ہے،

انشاء اللہ اس کے بعد ہی اُردو اکیڈیمی سندھ خانصاحب کے قلم سے مراقش، تیونس، مصر اور فلسطین وغیرہ کے مسائل پر مختلف کتابیں پیش کرے گی اور اُن مختلف مسائل پر بھی کتابوں کی اشاعت میرے پیش نظر ہے، جو رائے عامہ کی بیداری اور جماعتی تحریک کے لئے ضروری ہیں، اس طرح شاید میں اپنے ان اہم فرائض سے سبکدوش ہو سکوں جو قوم کی طرف سے اس کے ناشر پر فرض ہیں۔

علاء الدین خالد

اُردو اکیڈیمی سندھ کراچی



حضرت علامہ سید ابوالقاسم آیۃ اللہ کاشانی اور مصنف

زندہ باد اسلامیانِ عالم :-

مسلمان ایک خطۂ بے آب و گیاہ سے اُٹھا، خشکیوں میں دوڑا، سمندروں میں تیرا، فضاؤں میں لہرایا اور دنیا پر مُلک محیط بن کر چھا گیا۔ سائنس نے آج کی طرح صوت و نور کو پیچھے چھوڑ جانے والے طیارے ایجاد نہیں کئے تھے۔ لیکن مشرق و مغرب اور شمال و جنوب کے سرے اس کے پاؤں میں تھے۔ دنیا کی ہر بلندی اس کی جوتیوں کی خاک چاٹتی اور ہر سرفرازی اس کے پاؤں چومتی تھی۔ زمانہ گزرتا رہا، زمانہ گزرتا گیا اور زمانہ گزر گیا!

افراد کا مفاد سیاسی انتشار بن کر رونما ہوا فرضی بعد نسل و وطن کے پیدا ہوئے اور قلوب کے فاصلے بن کر تیار ہو گئے۔

اقتدار تو اللہ ہی کا اقتدار ہے ۔۔۔ اللہ کے اقتدار سے قلوب پھرے

اور اپنا اقتدار بھی کھو بیٹھے۔

اللہ کی رسی چھوٹی تو عرب کی ہوا اُکھڑی، مصر کا سہاگ لٹا، ایران کی مانگ اجڑی اور ہندوستان کی چوڑیاں ٹھنڈی ہو کر رہ گئیں۔

تباہیوں اور خرابیوں کے طمانچوں نے جگایا تو عالم ہی بدلا ہوا تھا۔ زنجیریں سخت تھیں اور بندھن مضبوط، ایک بے کسی اور مجبوری کا عالم ایسی مجبوری کہ خدا کی پناہ،

نقیبوں نے رجز خوانیاں کیں دست و پابستہ مسلمان تڑپا مگر تڑپ کر رہ گیا۔ پہلی جنگ عظیم کے بعد بیداری اور آزادی کا ایک عام احساس پھر پیدا ہونے لگا۔ عروقِ مردۂ مشرق میں خونِ زندگی دوڑا — انھوں نے محسوس کیا:۔

"ان کی مصیبت خود ان ہی کے افتراق و انتشار کے سوا کچھ اور نہیں"

دوسری عالمی جنگ کے بعد تاریخ ایک نئے موڑ پر پہنچی، پاکستان کے قیام نے "مرکزیت و اتحاد" کے "افکار و جذبات" میں جوش و گرمی پیدا کر دی — کشمیر کا ابتلا ہر چند کہ اسلامیانِ عالم کو تڑپا رہا ہے لیکن ؎

اگر "کشمیریوں" پر کوہ غم ٹوٹا تو کیا غم ہے
کہ خونِ صد ہزار انجم سے ہوتی ہے سحر پیدا

کشمیریوں کا لہو ضائع نہیں ہوا بلکہ افقِ عالم پر اتحادِ عالم اسلامی کی ایک سحرِ اُمید بن کر طلوع ہوا مستقبل کا مؤرخ جب عصرِ حاضر کے "اتحادِ عالم اسلامی" کی تاریخ لکھے گا تو "کشمیر اسکرول" کو ایک "سنگِ راہ" قرار دینے پر خود کو مجبور پائے گا۔

اس کے بعد ہی سنہ ۱۹۵۰ء کے اجلاس عام منعقدہ کراچی میں موتمر عالم اسلامی کی تجویز

"کسی مسلمان ملک پر حملہ پورے عالم اسلام پر ایک حملہ تصور کیا جائے گا"

ستر کروڑ "اسلامیان عالم" اور سارے "جہان اسلام" کا ایک ایسا میثاق ہے جو عالم اسلامی کے خوش گوار مستقبل کی ایک ضمانت بنا ہوا ہے!

آج عالم اسلام ایک ہمہ گیر ابتلا میں ہے، پاکستان میں کشمیر، ایران میں نفت عرب میں فلسطین مصر میں سویز شمالی افریقہ میں مراکش، لیبیا وغیرہ میں جہد آزادی اور انڈونیشیا میں حریفوں کی داخلی ریشہ دوانیاں — مسلمانان عالم کے قلوب میں ناسور بنے ہوئے رس رہے ہیں اور اسلامیان عالم کو ایک چوکھی لڑائی لڑنی پڑ رہی ہے۔

میثاق اٹلانٹک ہر قوم کو (خواہ چھوٹی ہو یا بڑی) حق خود ارادیت دیتا ہے اور اس میثاق پر فرانس و برطانیہ کے بھی واضح اور روشن دستخط موجود ہیں اور ہنوز ان دستخطوں کی روشنائی نم ہے لیکن یہ خدایان حرص و استعمار، عالم اسلامی کی آزادی اور خود ارادیت کو گوارا کرنے کے لئے تیار نہیں ہیں۔ کسی نہ کسی شکل میں (بہر حال) آج بھی اپنا اقتدار اور اپنی سیادت باقی رکھنے پر مصر و بہ ضد ہیں۔

دنیا بہت آگے بڑھ چکی ہے، شعور کی بیداری عام ہے "حیلہ ہائے افرنگی" اس طرح فاش ہو چکے ہیں کہ ان پر حجاب و نقاب باقی نہیں رہا۔ ان پرانے شکاریوں کا ہر "جال" خواہ وہ "ہم رنگ زمیں" ہی کیوں نہ ہو دور سے نظر آجاتا ہے۔ کہ صید کی آنکھیں اب کافی تیز اور دور رس ہو چکی ہیں۔ مغرب کی "سنہری زلفوں" میں "اسیر" ہونے سے "قلب مشرق" انکار کر چکا ہے

نعرہ زد عشق کہ خونیں جگرے پیدا شد — حسن لرزید کہ صاحب نظرے پیدا شد

خونیں جگر اور صاحب نظر مسلمان اب دنیا کے ہر گوشے میں اپنے حقوق کے تحفظ اور اپنی گم شدہ منزل کی تلاش میں سرگرم عمل ہے ——— وہ اپنے راستے سے ہر اس پتھر کو (خواہ وہ کوہ گراں ہی کیوں نہ ہو) اٹھا کر پھینک دینا چاہتا ہے جو منزل مقصود پہنچنے میں حائل ہو، اور انشاء اللہ اب کوئی طاقت اسے حصول مقصد سے نہیں روک سکتی!

معرکۂ نفت ایران:-

دنیا کا ہر ترقی یافتہ اور آزاد ملک اپنی صنعتوں کو "قومی" بنا رہا ہے خصوصاً ایسی صنعتیں جو ملک کی معاشیات میں کلیدی درجہ رکھتی ہوں تاکہ ملک کا عام معیارِ زندگی اونچا ہو سکے اور معاشی وسائل پر قابو پا کر معاشی حالات کو زیادہ سے زیادہ سازگار بنایا جائے اور اپنے عوام کو معاشی و اقتصادی بحران و تباہی سے محفوظ رکھا جا سکے!

ایران میں بھی سیاسی شعور کی بیداری نے ایرانیوں کو اپنی سب سے بڑی صنعت اور اہم ترین قومی خزانے روغن نفت کی جانب متوجہ کیا۔

ایران نہ صرف ایک خطۂ گلزار و باغ ہے نہ صرف ایک پرورش گاہ طوطی و بلبل، نہ صرف ایک ارض بہار و گل ہے نہ صرف ایک تربیت گاہ صوت و نغمہ اور نہ محض ایک مسکن خوباں و حسیناں بلکہ اپنے "تہہ زمینی" خزائن میں عہد حاضر کی سب سے گراں اور قیمتی دولت روغن نفت بھی چھپائے ہوئے ہے اور یہی وہ

مایۂ بیش بہا ہے کہ جس نے ساری دنیا کی نظروں کو اپنی جانب کھینچ رکھا ہے۔

یہ بیسویں صدی حقیقتاً "عصر نفت" ہے کہ آج دنیا کی ہر طاقت "روغن نفت" کے گرد گھوم رہی ہے۔ عہد حجر و چوب و آہن گذر گیا اور دنیا پر اب پوری شدت سے نفت طاری ہے ــــ ہر چند کہ زمانہ برق و جوہر تک جا پہنچا لیکن نفت کی محتاجی سے نجات نہ مل سکی۔

"تیل خون کی طرح ضروری ہے ــــ آئندہ لڑائی میں"

(فرانسیسی وزیر اعظم کلینیا)

لیکن نفت خون کی طرح صرف لڑائی ہی میں ضروری نہیں بلکہ انسانی فلاح اور امن عالم کے لئے بھی اتنا ہی ضروری ہے۔ جتنا جنگ کے لئے۔

اور خدا کا شکر ہے کہ یہاں اسلامی دولت نفت سے مالا مال ہے، ایران دنیا میں پیدائش نفت کا چوتھا سب سے بڑا ملک ہے، جہاں سالانہ تیس ملین ٹن نفت پیدا کیا جا رہا ہے۔ یعنی کل دنیا کا چھ فیصدی! لیکن ایران کے اس مایۂ بیش قیمت پر دولت برطانیہ بہ شکل "انگلو ایرانین کمپنی" قابض و متصرف تھی۔

انگلو ایرانین کمپنی؟

ایسٹ انڈیا کمپنی کی ایک بہن!

ایرانیوں نے اپنی نظریں ابھی پوری طرح ابادان (مرکز آئیل ریفائنری) کی طرف اٹھائی بھی نہ تھیں کہ برطانیہ اپنی ساری "اہرمن سامانیوں" کے ساتھ اٹھ کھڑا ہوا!

پس منظر:۔

روغن نفت ایران میں صدیوں سے موجود تھا لیکن انیسویں صدی کے آواخر میں حکومت نے اس طرف توجہ کی اور بیسویں صدی نے جنم لیا ہی تھا کہ موسم خزاں میں ۲۸ مئی ۱۹۰۱ء کو حکومت ایران نے ایک آسٹریلین موسومہ ولیم ناکس، ڈی، آرسی سے پہلی مرتبہ نفت کے ضمن میں ایک ساٹھ سالہ معاہدہ کیا۔

اس معاہدہ میں حکومت ایران نے ڈی آرسی کو تمام ممکنہ مراعات دی تھیں۔ ان کے علاوہ حکومت کی "پڑتی زمین" بھی دیدی گئیں۔ نیز حق دیا گیا کہ دوسری اراضی بھی خواہ وہ حکومت کی ہوں یا پرائیویٹ مناسب قیمت پر خرید کی جاسکتی تھیں —!

۱۹۰۹ء برطانوی بحریہ کے اشارے پر برما آئیل کمپنی نے ڈی آرسی کی کوششوں کو اینگلو پرشین[1] آئیل کمپنی کی صورت دے دی۔

۱۹۱۴ء میں برطانوی بحریہ نے یا زیادہ صحیح لفظوں میں برطانوی حکومت نے کمپنی کے حصص کی خریداری شروع کی۔ یہاں تک کہ وہ چھپن فی صدی حصوں کی مالک بن گئی۔

حکومت برطانیہ اپنی مشہور "تاجرانہ پالیسی" پر عمل پیرا ہوئی اور کمپنی کے

---

[1] ۱۹۳۵ء میں جب قانوناً پرشیا کا نام ایران میں تبدیل کر دیا گیا تو یہی انگلو پرشین آئیل کمپنی انگلو ایرانین آئیل کمپنی ہو گئی!

توسط سے ملک کے "داخلی اور خانگی" معاملات میں دخل اندازی کرنے لگی۔

کمپنی نے ۱۹۱۶ء تک کوئی منافع نہیں دکھایا۔ ۱۹۱۶ء سے ۱۹۲۰ء تک منافع دکھانے کے باوجود سب کچھ "شیر مادر" کئے رہی اور ایران کو کچھ نہ ملا۔

ایران کا منافع کم کرنے کے لئے حکومت برطانیہ نے تیل کی دوسری انگریزی کمپنی سے طویل المعیاد معاہدے کر لئے کہ نفت انھیں کم نرخ پر دیا جائے گا۔

حکومت ایران کو معاہدہ کی رو سے حساب دیکھنے اور اس کی جانچ کرنے کا پورا پورا حق تھا لیکن کمپنی نے حکومت کو کبھی حسابات دیکھنے نہیں دیئے۔

۱۹۳۰ء میں ایران میں پہلی مرتبہ انکم ٹیکس کا قانون پاس ہوا۔ اس ٹیکس کی ادائیگی کمپنی پر بھی لازم تھی لیکن دو سال تک کمپنی ٹالتی رہی۔

۱۹۳۲ء میں پہلی جنگ عظیم کے بعد جب ملکہ بحر برطانیہ کی طاقت اور اس کا اقتدار اپنے پورے شباب پر تھا۔ برطانیہ نے اپنی سازشوں اور ڈپلومیٹک دباؤ پر ہی اکتفانہ کی بلکہ بزور شمشیر ایران کو مجبور کیا کہ نفت کے سلسلہ میں ایک نئے معاہدے پر دستخط کرے۔!

اپنے اس انتہائی "غیر منصفانہ حکم کو روبہ عمل لانے اور ایرانی حکومت کو مرعوب کرنے کے لئے ملکہ بحر نے اپنے دو جنگی جہاز خلیج فارس میں لا کھڑے کئے ---- اپریل ۱۹۳۳ء میں حکومت ایران کے ایک نئے ساٹھ سالہ معاہدے کی توثیق ایک ایسی پارلیمان سے کرائی گئی جو مجبور محض تھی۔

۱۹۳۳ء میں "Oil Convention" (آئیل کنونشن) کی منظوری ایک غیر نمائندہ، انگریز غلام پارلیمان نے دی اور

ایک ایسے وقت جبکہ ایران میں ایک آمرانہ نظام جاری تھا - اور ارباب اقتدار کو "جی حضور! درست ہے" کے سوا کوئی چارہ کار نہ تھا ...."

(پارلیمانی تقریر مصدق ۷ ا دسمبر ۱۹۵۰ء)

آقائے تقی زادہ صدر ایوان بالا (جو اُس وقت وزیر مال تھے) نے نہایت ایمانداری سے اقرار کیا :-

"ہم اس معاہدہ (۱۹۳۳ء) کو قطعاً پسند نہ کرتے تھے لیکن مجبوری کا یہ عالم تھا کہ معاہدے پر دستخط کرنے کے سوا کوئی چارہ کار نہ تھا!"

ایرانی ارباب اقتدار نے اس معاہدے پر بالکل اس طرح دستخط کئے تھے جیسے کوئی شخص اپنے فرمان قتل پر خود اپنے دستخط کرتا ہو،

ڈی - آر - سی معاہدے کے تحت حکومت ایران کو کمپنی کے خالص منافع کا ۱۶٪ ملنا چاہئے تھا، اس نئے معاہدے کی رو سے ۴ شلنگ فی ٹن رائلٹی کا تعین کیا گیا خواہ وہ روغن نفت ہو یا اس سے بنی ہوئی دوسری اشیا - اس کے علاوہ کمپنی جو منافع اپنے حصہ داروں کو تقسیم کرے اس کا ۲۰٪ فیصدی حکومت کا حق تھا -! لیکن یہ رقم منافع (جو ۲۰٪ حکومت کو ملنی تھی) کسی طرح ساڑھے سات لاکھ پاؤنڈ سے کم نہ ہو سکتی تھی ـــــ اور یہ کہ معاہدے کے ختم پر کمپنی کی ساری جائیداد اور املاک بلا معاوضہ حکومت ایران کی ملکیت ہو جائے گی!

اب مراعات ملاحظہ فرمایئے :-

۱۹۳۳ء کے معاہدے کی رو سے کمپنی کو ہر قسم کی "کسٹم ڈیوٹی" سے معاف کر دیا گیا تھا۔ اور یہ رعائت صرف اس حد تک محدود نہ تھی بلکہ اس کی تمام ذیلی کمپنیوں کو بھی یہ حق حاصل تھا۔ حالانکہ ایسی کوئی رعایت کسی ایرانی کمپنی کو حاصل نہ تھی۔

اس اگریمنٹ کی ایک دفعہ یہ بھی تھی کہ کمپنی اپنے معاہدے کے آخری سال[1] میں بھی اپنی زمینیں اور غیر منقولہ جائیدادیں بیچ سکتی تھی۔

اس اگریمنٹ کی رو سے کمپنی کو اختیار دیا گیا تھا کمپنی ریلوے لائن، بندرگاہیں اور رسل و رسائل کے "ذریعے" تعمیر کر سکتی ہے اور یہ کہ ایرانی حکومت اگر دفاعی ضرورت کے لئے بھی انھیں استعمال کرے تو کمپنی کو معاوضہ ادا کرے!

اس معاہدے میں کمپنی اپنے ملازمین کے لئے کھانے پینے کی اشیاء اور دوسری ضروری چیزیں درآمد کرنے میں غیر مشروط طریقہ پر آزاد کی گئی تھی اور جس طرح درآمد کے لئے کسٹم ڈیوٹی معاف تھی اسی طرح برآمد کے لئے بھی، حالانکہ ایران کے سرکاری اداروں کو بھی ایسی کوئی رعائت حاصل نہ تھی۔

کمپنی کو اختیار تھا کہ وہ اپنی "مراعاتی حدود" میں جنگلات کاٹے اور استعمال کرے اور ان علاقوں میں بالائے زمین یا زیر زمین معدنی یا غیر معدنی جو بھی شے

---

[1] یعنی سال کے آخری دنوں میں جس کے فوراً بعد یہ سب کچھ حکومت ایران کی ملکیت ہو جاتی کمپنی سب بیچ کر نقد رقم کھڑی کر لیتی اور حکومت ایران مُنہ دیکھ کر رہ جاتی۔

ملے اس کا استعمال بغیر رائیلٹی کے کرے اور یہ کہ کمپنی کو حق ہوگا کہ انھیں اندرون ملک فروخت کرے یا بیرونی ممالک میں برآمد کرے۔

کمپنی کے لئے یہ ضروری نہیں تھا کہ نفت یا دیگر اشیار کی برآمد سے جو آمدنی ہو اسے ایرانی سکوں میں تبدیل کرے۔ اس برآمد کی رقم سالانہ کوئی دوسو ملین پاؤنڈ ہوتی ہے!

آیئے ذرا ان دفعات معاہدہ پر ایک نگاہ ڈالتے چلیں جو جبر و طاقت سے ایران کے سر تھوپ دیا گیا تھا۔

ڈی۔ آر۔ سی معاہدے کی رو سے معاہدہ ۱۹۶۱ء میں ختم ہو جاتا تھا کمپنی کی ساری ملکیت بلا معاوضہ حکومت ایران کی ملکیت ہو جاتی اس "جبری معاہدے" نے ایران کو پھر ایک لمبی مدت تک کے لئے اپنے اس قومی خزانے سے محروم کر دیا اور یہ محرومی ۱۹۶۱ء کے بجائے ۱۹۹۳ء تک طول کھینچ گئی رائیلٹی[1] "قیمت" کے بجائے "مقدار" پر (فی ٹن کے حساب سے) رکھی گئی ۔کمپنی نے اس دفعہ سے اس طرح فائدہ اٹھانا شروع کیا کہ زیادہ سے زیادہ قیمتی "نوع" برآمد کرتی۔ پھر جو کچھ اندرون ملک فروختگی ہوتی اس پر کوئی رائیلٹی نہیں دی جاتی تھی۔ ۱۹۵۰ء میں کوئی ۳۵ لاکھ ٹن گیس "بکی لیکن اس پر کوئی رائیلٹی نہ دی گئی۔ اسی سال کوئی بیس لاکھ ٹن "تیل" جو کمپنی کے استعمال میں آیا اس پر بھی کوئی رائیلٹی نہیں ادا کی گئی اور پانچ لاکھ ٹن تیل جو ضائع ہوا (گرا پڑا) اس کی بھی کوئی رائیلٹی

---

[1] نفت کتنا ہی زیادہ کیوں نہ ہو جائے ایران کا حصہ صرف ۴ شلنگ فی ٹن اور باقی سب برطانیہ کا!

نہیں دی گئی۔!

کمپنی نے انتہائی "چالاکی و مکاری" کے ساتھ اپنے منافع کو ہر سال اس طرح دکھایا کہ مرکزی کمپنی کا منافع بہت کم ہوتا اور ذیلی کمپنیوں کا بہت زیادہ تاکہ کمپنی کے منافع پر جو حصہ ایران کو دینا پڑتا ہے اس کی مقدار کم ہو جائے۔

اس کے علاوہ حسابی بے ایمانیاں مستزاد ۔۔۔!

۱۹۵۰ء میں ایرانی محاسبین کے حساب سے کمپنی کا خالص منافع دو سو پچاس ملین پاونڈ ہوا ۔۔۔ حالانکہ کمپنی کے Balance Sheet (گوشوارہ) کے حساب سے کمپنی کو گذشتہ تین سالوں میں کل خالص منافع صرف ۱۴۲ ملین پاونڈ ہوا ہے۔

"۱۹۴۸ء میں کمپنی نے جو بیلنس شیٹ (گوشوارہ) شائع کیا اگر ان حسابات کی تنقیح کی جاتی تو ممکن ہے کہ مزید "حقائق" کا علم ہوتا لیکن خود کمپنی کے حساب سے بھی کمپنی کو چھ کروڑ بیس لاکھ پاونڈ کا نفع ہوا جس میں ایران کو صرف چودہ لاکھ پاونڈ ملے اور کمپنی نے حکومت برطانیہ کو اپنی طرف سے ٹیکس کی شکل میں جو رقم ادا کی وہ دو کروڑ اسی لاکھ پاونڈ تھی۔ یعنی حکومت ایران کے حصہ سے ۲۱ گنا زیادہ ۔۔۔! اگر اسی ۴۸ء کو ہم ایک مثالی سال فرض کر لیں تو ڈی، آر، سی معاہدہ کی رو سے ایران کا حق تین کروڑ دس لاکھ پاونڈ ہوتا ۔۔۔ اور یہ ۱۹۳۳ء کے کنونشن کے مطابق جسے ماننے کے لئے ہم کبھی تیار نہیں کہ وہ واضح طور پر ملک

وملت کے مفاد کے خلاف تھا اور ایک کھلی ہوئی بددیانتی — !

اگر کمپنی کو "ہر قسم کی کسٹم ڈیوٹی" معاف نہ ہوتی تو ہم بغیر رائیلٹی لئے ہوئے صرف کسٹم ڈیوٹی ہی سے اس سے بہت زیادہ رقم حاصل کرسکتے تھے (جتنی کہ ہمیں ملی ہے) —— !"

نیشنل فرنٹ کے لیڈر کی حیثیت سے ڈاکٹر مصدق کی پارلیمانی تقریر مورخہ ۱۷ دسمبر ۵۰ء کا یہ اقتباس —— پوری صورت حال کو واضح کررہا ہے !

انگریز کا جبر کب تک دباتا ۔ دلوں کی لگی ہوئی آگ پر نفت کی مسلسل بارش ہورہی تھی ۔ اگر شعلے نہ بھی بلند ہوں تو بھی سوز و تپش کو کون روک سکتا تھا ۔ جذبات کا گلا دبانے کی کوشش میں یقیناً کوتاہی نہیں کی گئی لیکن نالہ رسا بلند ہو کر ہی رہا — ایرانی کمپنی اور انگریزوں کی بے ایمانیوں اور سازشوں سے تنگ آچکے تھے ۔ رضا شاہ اوّل کا دور گذر گیا تھا اور زمام حکومت رضا شاہ ثانی کے ہاتھوں میں تھی دوسری عالمی جنگ دم توڑ رہی تھی —— ایرانیوں کے قلوب کا دھواں ایوان پارلیمان میں گونجا اور ۱۹۴۴ء میں مجلس نے ایک قانون پاس کیا ۔

"تیل کی مزید مراعات روک دی جائیں"

مجلس نے حکومت کو اختیار دیا اور مطالبہ کیا کہ

"وہ تیل کے سلسلہ میں گفت و شنید کر کے ایران کو اس کے جائز حقوق و منافع دلوائے !"

مجلس کے اس قانون کے بعد "تحریک نفت" کو کافی طاقت حاصل ہوگئی دلوں میں گھٹی ہوئی آئیں، نالہ و شکوہ بن کر زبانوں پر آگئیں ۔ ایرانی عوام اب برملا کہنے لگے

غنی روز سیاہ پیر کنعاں را تماشا کن
کہ نور دیدہ اش روشن کند چشم زلیخا را

"تحریک نفت" نے قدم آگے بڑھائے، عالمی جنگ کے بعد دنیا کا نقشہ بدلا ہوا تھا۔ شیر برطانیہ کی کلائیوں میں موچ آگئی تھی۔ ملکہ بحر کا تاج اپنی چمک دمک کھو رہا تھا، برصغیر ہند آزاد ہو چکا تھا۔ دنیا کے نقشہ پر اچانک دنیا کی سب سے بڑی اسلامی مملکت اُبھر آئی تھی۔ بات بات پر دھمکیوں اور فوجیں لے دوڑنے کا زمانہ باقی نہ رہا تھا۔ معاہدہ نفت ۱۹۳۳ء کو ایرانی ایک فعل قبیح سے زیادہ وقعت نہ دے رہے تھے برطانوی سازشوں کا جال ہر طرف پھیلا ہوا تھا۔ پھر "مرغ زیرک" کے لئے "چارہ" پھینکنے کی ضرورت تھی چنانچہ جولائی ۱۹۴۹ء میں ایک ذیلی الحاقی معاہدے کے ذریعے رائیلٹی کی رقم ۴ شلنگ فی ٹن سے بڑھا کر کم از کم ۶ ½ شلنگ فی ٹن کردی گئی اور بیس فیصدی منافع پر سالانہ رقم جو کم از کم ساڑھے سات لاکھ پونڈ[ل] متعین تھی وہ بڑھا کر کم از کم چالیس لاکھ پونڈ کردی گئی!

اسی ذیلی معاہدہ الحاق (۱۹۴۹ء) کے ذریعہ "مراعاتی رقبہ" کم کردیا گیا لیکن وہ کم کیا ہوا علاقہ بھی برطانیہ اور آئرلینڈ کے مجموعی رقبہ کے برابر تھا۔

اس ذیلی معاہدہ کے ذریعہ انگریز نے بڑی خوبصورتی کے ساتھ ۳۳ء کے

ل کمپنی نے ۳۳ء میں رائیلٹی اور منافع ملا کر سترہ لاکھ پچاسی ہزار بارہ پونڈ (£ 1785012) ادا کئے اور ۱۹۴۹ء میں ایک کروڑ چونتیس لاکھ نواسی ہزار دو سو اکھتر پاؤنڈ (£ 13489271) ادا کئے۔

غلط اور جبری معاہدہ پر ایک مزید توثیقی مہر ثبت کروالی ۔!

چارہ "تر" ضرور تھا لیکن مرغ زیرک کی نگاہیں "دام رنگیں" دیکھ رہی تھیں، وہ اس اضافے دکمی کو بھی خاطر میں نہ لایا۔ اہل تحریک نفت کو قومی بنانے کی سوچ رہے تھے ۔ اور بالآخر ایرانی عوام نے طے کر لیا کہ وہ نفت کو قومی بنانے سے کم کسی صورت پر راضی نہیں۔ انگریز اندرونی سازشیں کرتا رہا۔ جال بچھاتا گیا لیکن کچھ پیش نہ گئی۔ ہر داؤ خالی گیا اور ایرانی عوام آگے بڑھتے گئے۔ آخر ۱۹۵۰ء میں مجلس نے مجبور ہو کر ایک اسپیشل آئیل کمیٹی مقرر کی ۔ اس کمیٹی نے قضیہ نفت کا انتہائی سنجیدگی سے مطالعہ کیا۔ شروع سے "واقعات وحالات" کا جائزہ لیا اور آخر کمیٹی بھی اسی نتیجہ پر پہنچی کہ :-

"نفت کو قومی بنانے کے سوا کوئی چارۂ کار نہیں ہے"

ایرانی پورے پچاس سال بعد اپنے کروڑوں ملین لٹانے کے بعد مجلس کو مجبور کر سکے کہ وہ نفت کو قومی بنانے کا قانون پاس کرے ۔۔!

مجلس نفت کو قومی بنانے کے لئے تیار ہو گئی ـــــ انگریز آتش زیر پا ہو کر رہ گیا اور دم بریدہ سانپ کی طرح بل کھانے لگا۔

تیل کی مانگ دن دونی رات چوگنی ہو رہی تھی ۔ اعداد و شمار کے مطالعہ سے اس کا پتہ چلتا ہے امریکہ جو روغن نفت کا ایک بڑا مرکز ہے اور جو ایک زمانے میں نفت برآمد کیا کرتا تھا ۱۹۴۸ء سے اس کی اپنی ضروریات اتنی بڑھ گئی ہیں کہ اسے نہ صرف برآمد روک دینی پڑی بلکہ درآمد پر مجبور ہونا پڑا ۔ ماہرین اعداد و شمار کا خیال ہے کہ اگر "صرف نفت" کی رفتار یہی رہی تو ۱۹۵۵ء تک دنیا کا روزانہ صرفہ نفت

تیرہ ملین بیرل (دو ملین ٹن) ہو جائے گا ـــــ شمالی امریکہ ۲۷۵ ملین بیرل یعنی کل عالمی صرفہ کا ساٹھ فی صدی حصہ صرف کرے گا ـــ اور اسے اپنے یومیہ صرفہ ۲۷۵ ملین بیرل میں ۱۲۵ ملین بیرل یومیہ درآمد کرنے پر مجبور ہونا پڑے گا ـــ لیکن اس کی یہ "طلب" شاید جنوبی امریکہ پوری کردے ـــ!

انھیں ماہرین کا خیال ہے کہ یورپ کا یومیہ صرفہ اسی زمانے (۱۹۵۵ء) تک ۲۲۳ ملین بیرل ہو جائے گا (واضح رہے کہ ۱۹۴۶ء کے مقابلہ میں صرف کی مقدار ۱۲۸ ملین بیریل تک بڑھ چکی ہے) اس ۲۲۳ ملین بیرل یومیہ میں یورپ ۱۲۵ ملین بیرل مشرق وسطیٰ سے حاصل کرنے پر مجبور ہوگا۔ ان اعداد و شمار سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ ایران کے نفت کی طلب کتنی بڑھ رہی ہے ـــ اِدھر "طلب و تقاضے" کا یہ رنگ اِدھر ایرانیوں کو یہ کد کہ "نفت کو قومی بنا کر رہیں گے" انگریز کی نگاہوں میں سب کچھ تاریک ہو کر رہ گیا۔ خداوندان اینگلو ایرانین آئیل کمپنی کے قصور و محلات میں زلزلہ آگیا۔ برطانیہ کی جبین نخوت پر شکنیں پڑ گئیں لیکن زمانہ بدل چکا تھا یہ پیشانی کی شکنیں فرمانِ حکومت کی سطروں میں تبدیل نہ ہو سکیں۔ اب ایران پر فوجیں لیکر دوڑ پڑنا اتنا آسان نہ رہ گیا تھا جتنا پہلے کبھی تھا۔ ۱۹۲۱ء کے معاہدے کی رو سے اگر برطانیہ ایک سمت سے ایران میں داخل ہو تو روس دوسری جانب سے داخل ہو جائے گا ـــ اور اس وقت شیر برطانیہ خود کوئی غلط قدم اٹھا کر روس کو دعوت مبازرت دینے کو تیار نہیں چنانچہ اپنی شدید دھمکیوں کے باوجود اس نے ایران پر فوجی حملہ کی حماقت نہیں کی ورنہ تیسری عالمی جنگ سے پنڈ چھڑانا مشکل ہو جاتا ـــ!

بحرِ سیاست کا بوڑھا غواص —— سرد و گرم چشیدہ شیر برطانیہ ——
آخر حیلہ ہائے روباہی پر اتر آیا —— اخبارات خریدے جانے لگے، کتابچے
شائع کئے گئے ارباب اقتدار سے سودا بازیاں" شروع ہو گئیں —— انتہا یہ ہے
کہ بی۔بی۔سی لندن نے بھی جی کھول کر پروپگنڈہ کیا اور یہاں تک کہا جانے لگا کہ

"مصدق کے زمانے میں پارلیمان کا اجلاس ہی ممکن نہیں اور
یہ کہ مصدق کی حیثیت نمائندہ قائد کی نہیں لہٰذا برطانیہ ان سے
معاملہ کرنے کو تیار نہیں"

ہر چند کہ ایران پر فوجی حملہ "شیر برطانیہ" کے بس کا روگ نہ تھا لیکن ایرانیوں
میں خوف و ہراس پھیلانے کے لئے دھمکیاں شروع کر دی گئیں، شط العرب
میں جنگی بحری بیڑے کے دو جنگی جہاز "عین ابادان ریفائنری" کے سامنے لا کھڑے
کئے گئے۔ اراکین پارلیمان میں پھوٹ ڈالنے کے لئے اپنے ایجنٹوں کو زہریلے
جراثیم کی طرح ہر طرف چھوڑ دیا گیا —— لیکن

الٹی ہو گئیں سب تدبیریں کچھ نہ دوا نے کام کیا

ایرانی اگر کمپنی کے "مکر و زور" (قرار داد الحاقی) سے متاثر نہ ہوا تھا تو اب
اس تہدید و انتباہ اور اس "موج فتنۂ دجل" سے بھی ہراساں نہ ہوا اور اس کا
مطالبہ شدید سے شدید تر ہوتا چلا گیا۔

۱۹۵۱ء کا موسم بہار ایران کی تاریخ میں ایک نئے باب کا اضافہ کرتا ہے
مارچ ۱۹۵۱ء میں مجلس نے نصف صدی بعد اپنے مایۂ بے بہا نفت کو "اپنانے"
اور "قومی بنانے" کا قانون پاس کیا —— ایک بجلی تھی کہ اِدھر سے اُدھر تک کوند

گئی۔ انگریز کی آنکھیں حیران سی سب کچھ دیکھ رہی تھیں "پانی کی رانی" اپنے دو جنگی جہازوں پر بیٹھی دریائے شط العرب میں ہچکولے کھاتی رہی، لیکن مصدّق نے "غصب شدہ ہیرا" پھر دولت ایران کو واپس دینے پر مجبور کر دیا ۔۔۔ ناز و انداز کی چھریاں برسیں، آنکھوں کے تیر چلے، ابرو کی شمشیروں نے وار کئے، مژگانوں کی برچھیاں لگیں، زلفوں کے جال بچھائے گئے ۔۔۔ لیکن بوڑھا مصدّق ہر وار سے صاف بچ گیا۔

ایران کو معاشی ناکہ بندی کی دھمکیاں دی گئیں، "بینکی" مراعات سے محروم کیا جانے لگا۔ ایرانی عوام کے سامنے مختلف طریقوں سے مستقبل کی ڈراؤنی اور خوفناک تصویریں پیش کی گئیں کہ عوام کی ہمتیں ٹوٹ جائیں اور مصدّق کا وقار ختم ہو جائے۔

اور جب اس طرح بھی کام بنتا نظر نہ آیا تو "بنیا" اپنی پرانی رسم وعادت پر اتر آیا۔

"دھن سارا دیکھے جاتا تو آدھا لیوے بانٹ"

جون ۱۹۵۱ء میں کمپنی کے نمائندے جناب جیکسن مزید منافع کی تجویزیں لے کر تشریف لائے لیکن ایرانیوں کی دنیا بدل چکی تھی۔ ان کی قیادت مصدق جیسا آہنی انسان اور حسین مکی جیسے قہرمان (ہیرو) کے ہاتھوں میں تھی، انھیں قومی وقار عزیز تھا اور اپنی حاکمیت کا اقتدار وہ کسی صورت میں بھی مجروح و ضائع کرنے کو تیار نہ تھے۔ سیم و زر کی جھولیاں جیکسن کے کاندھوں پر جھولتی رہیں اور انھیں باحسرت و یاس واپس جانا پڑا۔

"ایران نفت کو قومی بنانے سے کم کسی شے پر راضی نہ تھا"

ملت ایرانیہ کی مستقل مزاجی اور سیاسی بیداری اور عالم اسلامی کی متفقہ آواز سے متاثر ہو کر صدر جمہوریہ امریکہ نے اپنے خصوصی نمائندے مسٹر "ہیری مین" کو ایران بھیجا کہ امن و امان کے پیامبر کی حیثیت سے ایران اور برطانیہ کی الجھی ہوئی گتھی کو سلجھانے میں معاونت کریں مصدّق کی حکومت نے خلوص دل سے انھیں خوش آمدید کہا۔ مہمان کو سر آنکھوں پر بٹھایا لیکن انتہائی صاف اور واضح الفاظ میں اپنے عزائم کا اظہار بھی کر دیا۔ اور نہایت کھلے الفاظ میں کہہ دیا:۔

"آپ کی مساعی جمیلہ سے انکار نہیں لیکن براہ کرم آپ برطانیہ پر واضح کر دیں کہ ہر گفتگو صرف ان حدود میں ہو گی کہ برطانیہ "آئیل نیشنلائزیشن" (نفت کو قومی بنانے کے قانون کو تسلیم کرے اور اپنے نمائندوں کو بھیجنے سے قبل اس کا اعلان کر دے۔"

"ہیری من" اپنے مشن میں اس حد تک کامیاب رہے کہ انہوں نے برطانیہ کو اس پر راضی کر لیا کہ وہ اصولاً اس قانون کو تسلیم کر لے اور اس بنیادی "تسلیم و رضا" کے بعد "گفتگوئے مصالحت" کے لئے اپنا مشن بھیجے!

یہ ایک بڑا تغیر تھا جو انگریز کے ذہن و دماغ میں پیدا ہوا۔ برطانیہ اچھی طرح جانتا تھا کہ "کل" گذر چکا ہے اور آج "کا رنگ" دوسرا "ہے۔ چنانچہ انگریز کمپنی نے پھر اپنا ایک وفد ایک آنریبل وزیر کی سرکردگی میں ایران بھیجا ابتدائے اگست میں جناب اسٹوکس ایران پہنچے اور بطور اصول ایرانیوں کا یہ حق تسلیم کر لیا گفتگو کی بسم اللہ یہیں سے ہوئی:۔

"ایران کو اس کا حق ہے کہ اپنے اس سب سے بڑے صنعتی

ادارے کو قومی بنا لے"!

یہ ایک نیا موڑ تھا اور شاید عقدے حل ہو جاتے لیکن مسٹر اسٹوکس کی تعجیل پسندی اور آمرانہ انداز نے مسائل کو اور بھی الجھا دیا۔

برطانیہ نے یہ معاملہ ہیگ کی بین الاقوامی عدالت میں پیش کیا لیکن حکومت ایران نے اس سے کوئی دلچسپی نہ لی کہ یہ دو حکومتوں کا کوئی مسئلہ نہ تھا بلکہ ایران کا اپنا داخلی مسئلہ تھا ــــ ایک کمپنی اور حکومت ایران کا مسئلہ ــــ!

آخر کار برطانیہ نے اسے صیانتی کونسل کے سامنے پیش کیا ــ!!

یہ ہے قضیہ نفت ایران کا ایک مختصر اور اجمالی پس منظر جو آج امن عالم کے لئے ایک بھڑکتا ہوا شعلہ بن کر رہ گیا ہے اور یقین کیا جا رہا ہے کہ اگر دول عظمیٰ نے انصاف سے کام نہ لیا اور ان بھڑکتے ہوئے شعلوں کو نہ بجھایا تو امن عالم کی خیر نہیں۔ دوسری عالمی جنگ کے بعد بڑی دولتیں بڑی سخت آزمائشوں میں پڑ گئیں ہیں اور اگر انھوں نے دانائی کی بجائے تعصّب کو راہ دی تو پھر ان کے سر پر تیسری عالمی جنگ کھڑی ہوئی ہے ــــ جو شاید انہیں باقی نہ رہنے دے!

موتمر عالمِ اسلامی کا اقدام :-

آج کا عالم اسلامی زندہ و بیدار ہو رہا ہے۔ اب وہ کسی مسئلہ کو صرف وہاں کے مقامی زاویہ نظر سے نہیں دیکھتا بلکہ یہ مرکزی نقطۂ نظر بھی سامنے رکھتا ہے کہ اس کا اثر ملّت اسلامیہ پر کیا پڑے گا۔ آج مسلمان ــــ خواہ وہ دنیا کے کسی بھی خطہ و گوشہ میں آباد ہو ــــ کسی مسلمان یا مسلمان مملکت کے مسائل کو صرف

وہاں کا مقامی مسئلہ نہیں سمجھتا بلکہ مسلمانوں اور اسلام کا مسئلہ سمجھتا ہے کہ یہی اس کا مذہب ہے اور اسی پر وہ ایمان لایا ہے ——— وہ نسلیت و مقامیت سے آزاد امن و سلامتی کا دل دادہ ہے، اسلام ایک "مذہب سلامتی" ہے۔ اور مسلمان کہیں بھی سلامتی کو خطرے میں نہیں دیکھ سکتا۔ وہ قضیۂ نفت ایران کو صرف اٹھارہ ملین ایرانیوں میں محدود نہیں جانتا بلکہ ستر کروڑ مسلمانوں میں پھیلا ہوا پاتا ہے جو دنیا کے گوشے گوشے میں پھیلے ہوئے ہیں۔ آج ستر کروڑ مسلمانوں کی زبان صرف وہی کہہ رہی ہے جو ایران کے اٹھارہ ملین مسلمان کہہ رہے ہیں:۔

"نفت ہمارا ہے"

آج ستر کروڑ مسلمانوں کے مُنہ سے ایک ہی آواز نکل رہی ہے:۔

"ایران کے ساتھ انصاف ہونا چاہئے"

ناآشنائے انصاف، مغرب...... کتنی ہی پہلوتہی کرے اسے انصاف پر مجبور ہونا پڑے گا۔ ایران کے مسئلہ نفت ہی میں نہیں، مسئلہ کشمیر میں بھی ——— عرب کی ساری مملکتوں میں بھی، انشاء اللہ "مشرقین و مغربین" کے ہر مسلمان کے ساتھ دنیا کو انصاف کرنے پر مجبور ہونا پڑے گا اور انصاف وہ نہیں ہے جو ان کی "خواہش" ہے۔

بدقسمتی سے بڑی طاقتوں نے انصاف نام سمجھ رکھا ہے اپنی تمناؤں اور خواہشوں کی تکمیل کا ——— لیکن دنیا کو جان لینا چاہئے کہ انصاف بالکل دوسری شے ہے!

الحمد للہ! کہ مسلمان اب صرف عدل و انصاف کے طالب ہی نہیں

بلکہ یہ بھی جانتے ہیں کہ انصاف کیا ہے؟ اور وہ کیا ہے جو انصاف نہیں ہے!

مارچ ۱۹۵۱ء میں جب ایرانی مجلس نے نفت کے قومی بنانے کا قانون پاس کیا تو عالم اسلامی میں ہر طرف "احسنت و مرحبا" کی صدائیں گونج اٹھیں حکومت ایران کا یہ جرأت آموز اقدام حیرت کن و تحیّر زا بھی تھا اور خوش آئند و خوش گوار بھی۔! اسلامیان عالم نے آفرین کہا اور ایرانیوں کو اپنی پشتیبانی کا یقین دلایا!

موتمر عالم اسلامی، اسلامیانِ عالم کی نمائندہ جماعت اور تحریک اتحادِ عالم اسلامی کی حیثیت سے سامنے آئی —— چنانچہ میں نے ۲۵ مئی کو موتمر کے خادم اور سکریٹری کی حیثیت سے مندرجہ ذیل بیان پریس کو دیا۔

"نفت ایران کو قومی بنانے کی تحریک کے خلاف برطانیہ کی مسلسل و متواتر مخالفت نے ایک نازک صورت حال پیدا کر دی ہے ایرانی حکومت ملّت ایرانیہ کی پشت پناہی اور ہم آہنگی کے ساتھ اپنے مطالبہ میں حق بجانب ہے کہ نفت کے "قومی بنانے کے قانون" کو جلد از جلد عملی شکل دے کہ ایران کی "حاکمیت کا اقتدار" مجروح نہ ہو اور اس طرح ایرانی معاملات میں برطانوی ریشہ دوانیوں کا خاتمہ ہو جائے —— برطانیہ کی دھمکیاں یا امریکہ کی دخل اندازیاں ایرانیوں کو ان کے جادۂ حق سے ہٹا نہ سکیں گی۔"

حکومت ایران اور باشندگان ایران، اسلامیان عالم کی دلی تحسین و تبریک کے مستحق ہیں کہ انھوں نے "غلط کو صحیح" کرنے

کا عزم بالجزم کر لیا ہے۔ انھوں نے اپنے عزم وثبات اور جرأت واستقلال سے عالم اسلامی کے دوسرے حصّوں کیلئے ایک روشن مثال قائم کر دی ہے۔ مجھے یقین کامل ہے کہ ان کی یہ مثال دوسرے اسلامی ممالک کے لئے ایک والہانہ و پر جوش "ترغیب" ثابت ہوگی۔

وقت آگیا ہے کہ اسلامی دنیا ایک جسدِ واحد کی طرح اُٹھے اور دنیا کو بتا دے کہ یہ صرف ایرانیوں کا مسئلہ نہیں بلکہ عالم اسلام اور اسلامیان عالم کا مسئلہ ہے۔

عالم اسلام کی خواہش ہے کہ وہ "خطرات" کے درمیان سے اس طرح صاف گذر جائے کہ نہ تو وہ مغرب کی نام نہاد جمہوریوں کے ظاہری حسن وجمال کا شکار ہو نہ اشتمالیت کی منظم فوج بندیوں میں گرفتار۔ لیکن اگر مغربی طاقتوں کی تکلیف دہ کوتاہ نظری یا ان کی خود غرضی نے عالم اسلام کو "سرخوں" کی طرف زبردستی ڈھکیل دیا تو وہ خود اس کے ذمہ دار ہوں گے۔

ایران چاہتا ہے کہ اینگلو ایرانین آئل کمپنی کے جائز مطالبات خوش اسلوبی سے طے کرے لیکن اگر برطانیہ اپنا مطلب طاقت سے حاصل کرنا چاہتا ہے تو بھول رہا ہے، انگریزوں کو چاہیئے کہ رائے عامہ کا احترام کرنا سیکھیں —— اس سے پہلے کہ وہ عالم اسلام کی ساری ہمدردیاں کھو بیٹھیں —— ان کی اسرائیلی مملکت کی تخلیق، مصر میں سویز و سوڈان پر ضد اور ایران میں

دھمکیاں ـــــ ایسے معاملات ہیں جن سے بیدار شدہ عالم اسلام آنکھیں نہیں میچ سکتا۔!!

اس بیان کی اشاعت کے بعد ۲۹ جون ۱۹۵۱ء کو موتمر عالم اسلامی کی مجلس عاملہ کا ایک ہنگامی جلسہ موتمر کے صدر محترم کی زیر صدارت مسئلہ ایران کے سلسلہ میں منعقد ہوا جس میں طے ہوا کہ :-

"نفت ایران کے قومی بنانے کا مسئلہ ـــــ ایرانی حکومت اور ملت ایرانیہ کے بے پناہ عزم و ثبات اور غیر متزلزل فیصلہ کا نتیجہ ہے : اسلامیان عالم کی جانب سے موتمر اپنے ایرانی بھائیوں کی خدمت میں دلی مبارکباد پیش کرتی ہے اور یقین رکھتی ہے کہ یہ تحریک دوسرے مسلم ممالک کے لئے وجہ نازش ثابت ہو گی۔

موتمر عالم اسلامی حکومت ایران اور ملت ایران کے اس اقدام کی پر زور تائید کرتی ہے اور اسے بہ نظر استحسان دیکھتی ہے کہ اس طرح صنعت نفت سے اغیار کا کنٹرول (قابو) ختم ہو جاتا ہے،

ایران کا یہ اقدام اصول اسلامی کے خلاف نہیں اور حق حاکمیت کے مطابق ہے جس کی ضمانت خود بین الاقوامی قوانین بھی دیتے ہیں۔

موتمر عالم اسلامی نفت کے قومی بنانے کے خلاف اغیار کی ریشہ دوانیوں کی پر زور مذمت کرتی ہے اور یہ کہ اگر خدا

نخواستہ ایران کے حقوق حاکمیت کے خلاف کوئی غاصبانہ اقدام
ہو تو غاصبانہ اقدام کرنے والے امن عالم کو توڑنے کے مرتکب
ہوں گے اور ایک تیسری عالمی جنگ شروع کرنے کے ذمہ دار
گردانے جائیں گے!

موتمر عالم اسلامی کی یہ تجویز ادارہ اقوام متحدہ اور ہر طرف اقصائے عالم میں پھیلادی گئی، ماہ جولائی میں اس تجویز کی تائید ایک جلسہ عام کی شکل میں بھی ہوئی۔

میں ایران کی طرف :-

اگست میں موتمر عالم اسلامی کے صدر محترم جناب اے بی اے حلیم کے نمائندہ خصوصی کی حیثیت سے میں ایران گیا تاکہ میں ارباب حکومت اور نمائندگان ملت ایران سے کہوں کہ وہ اپنی اس جنگ آزادی میں اکیلے نہیں ہیں۔ ہم ان کے ساتھ ہیں اور سارا عالم اسلام ان کے ساتھ ہے۔

۲۸ اگست کی رات کو کے۔ ایل۔ ایم کے طیارے پر ایران کو روانہ ہوا، اپنے دل میں خلوص و محبت اور عقیدت و نیازمندی کے جذبات لئے ہوئے!
تاریخ اسلام کے ابواب جیسے متشکل ہو کر آنکھوں کے سامنے آگئے جب مسلمان پہلے پہل فاتحانہ شان سے داخل ہوئے تھے۔ وہ مبارک ہستیاں وہ مقدس و باعظمت افراد، وہ سربلند و سرفراز قوم جو ایک بے آب و گیاہ بیابان سے اٹھی اور دنیا پر چھا گئی۔

صدیاں گذر گئیں لیکن دنیا ان کی عظمتوں کو فراموش نہ کر سکی ۔۔۔ "ہوا پیما"

(طیارہ) مجھے فضاؤں میں اڑائے لئے جا رہا تھا اور میں ایران میں گم تھا۔!

ایران کی ایک جھلک :۔

ایران اپنے حدود پر پانچ ملکوں کی موجودگی اور ان سے گھرے ہونے کے باوجود اپنا ربط و تعلق ساری دنیا سے براہ راست قائم و باقی رکھ سکتا ہے کہ خوش قسمتی سے اس کی حدود تین بڑے سمندروں کو بھی چھو رہی ہیں۔ شمالی سمت بحر کیسپین اور جنوب میں خلیج ہائے فارس و عمان ـــــ اس کا ساحل تقریباً ایک ہزار میل تک پھیلا ہوا ہے۔

شمالی جانب روس، شمال مغرب میں ترکی مغرب میں عراق مشرق میں عراق سے ایران کی حدیں ملتی ہیں۔ اور جنوب مشرق میں پاکستان کی حدیں مناقفہ کر رہی ہیں۔ اس کی شمالی سرحد پر روس تقریباً نو سو میل تک پھیلا ہوا ہے۔ دریائے شط العرب ایران کو عراق سے الگ کرتا ہے! اسی شط العرب کے ایک جزیرے پر ابادان آباد ہے جو نہ صرف ایران کی سب سے بڑی بندرگاہ ہے بلکہ تیل کا وہ کارخانہ بھی ہیں ہے۔ جو دنیا میں سب سے بڑا "کارخانہ نفت" ہے۔

ایران کا رقبہ چھ لاکھ اٹھائیس ہزار مربع میل اور آبادی کوئی اٹھارہ ملین ہے، یہاں "دستوری ملوکیت" رائج ہے، موجودہ شہنشاہ جمہوریت پسند ہیں ـــ پارلیمان کے دو ایوان ہیں ـــــــ سینٹ اور مجلس

ان کی مدت دو سال یعنی ہر دو سال کے بعد انتخابات ہوتے ہیں، سینٹ کے نصف اراکین شہنشاہ کے منتخب کردہ ہوتے ہیں اور نصف اراکین سنیٹ اور

تمام اراکین مجلس عوام کے منتخب کردہ ہوتے ہیں، ہر ۲۱ سالہ مرد کو حق رائے دہی حاصل ہے!

شہنشاہ وزیر اعظم کا انتخاب کرتا ہے اور وزیر اعظم اپنی کابینہ کا۔ وزیر اعظم اور کابینہ ایوان کے سامنے جواب دہ ہوتے ہیں۔

سیاسی نظم ونسق کی خاطر ملک دس صوبوں میں تقسیم[ا] ہے ہر صوبہ ایک گورنر کے زیر نگرانی ہوتا ہے۔

سرکاری اور عام زبان فارسی ہے لیکن کوئی ۲۵ فیصدی آبادی ترکی بھی بولتی ہے۔

ایران میں تعلیم کا معیار تقریباً دس[۱] فی صدی ہے — !

پچاس فی صد آبادی کا معاشی انحصار زراعت پر ہے — ان میں اکثر وبیشتر بڑے بڑے زمینداروں کے ہاں ملازمت کرتے ہیں، صنعتی مزدور کل آبادی کا صرف دو فیصد ہیں۔

صحت عامہ بہت گری ہوئی ہے ایک ہزار بچوں میں پانچ سو مر جاتے ہیں۔ دنیا میں اتنی اموات کہیں نہیں ہوتیں، رجسٹرڈ ڈاکٹروں کی تعداد ایران میں کل چھ سو ہے جو اس آبادی کے لئے یقیناً انتہائی طور پر کم ہے! خاص تہران میں ایک

ا ملک میں جاگیرداری رائج ہے اور ملک سولہ "مملکتوں" میں تقسیم سا ہو کر رہ گیا ہے جن پر سولہ خاندانوں کی حکمرانی ہے

۲ اب آخری انتخابات جنوری ۵۲ء میں ہوئے ہیں اور ڈاکٹر مصدق پھر برسر اقتدار ہیں

لاکھ آدمی بیکار ہیں۔ معاشی حالات انتہائی پست ہیں۔!

ایران میں تقریباً بیس بڑے شہر ہیں جن میں تہران کے علاوہ ابادان، اصفہان، شیراز، تبریز اور مشہد وغیرہ کافی مشہور ہیں

زرعی دولت میں گندم و جو، دھان، کھجور، اون، کپاس، چائے اور تمباکو خاص ہیں۔

صنعتی اشیا میں نفت سے ہٹ کر قالین اور دستی کپڑے قابل ذکر ہیں

ایران کا قالین آج بھی اپنا جواب نہیں رکھتا۔

زمین کا بیشتر حصہ "بنجر" ہے اور پڑتی پڑا ہوا ہے صرف دس فی صد آراضی زیر کاشت ہے۔ طریق کاشت ابھی تک وہی قدیم طرز کا چلا آرہا ہے۔ جدید انداز زراعت سے ابھی تک ایران محروم ہے۔

اسی وجہ سے کسانوں کا معیار زندگی انتہائی پست ہے ——— ۱۹۴۹ء میں مجلس نے ایک ہفت سالہ منصوبہ منظور کیا ہے اگر یہ منصوبہ کامیاب ہوگیا تو عام معیار زندگی کسی قدر اونچا ہو جائے گا اور صحت عامہ اور معیار تعلیم بھی سدھر جائے گا۔

ایران میں ۱۹۵۱ء پہلی مرتبہ عوامی وزارت قائم ہوئی ہے اگر ایرانیوں کو قضیۂ نفت کی طرف سے اطمینان ہوا تو یقین ہے کہ حالات بہت جلد سدھر جائیں گے

ایران سے ہم مسلمانوں کے تعلقات (جو اس برصغیر ہند و پاکستان میں رہتے ہیں) آج نئے نہیں۔ ایران کے اکثر و بیشتر شعراء و علما ہمیشہ اس برصغیر میں آتے رہے ہیں۔ ابھی جنگ آزادی ۱۸۵۷ء کے بعد تک اس برصغیر پر ہر چند کہ انگریز قابض ہو گئے تھے۔ یہاں کی سرکاری زبان فارسی ہی تھی، اُردو آج بھی اپنی صورت د

سیرت میں فارسی ہی کی ایک بیٹی ہے!

طیارہ جب ایران کی طرف اڑا تو میں تصوّراتی اعتبار سے یہ نہیں محسوس کر رہا تھا کہ میں کسی بیگانہ ملک میں جا رہا ہوں، یوں بھی اسلامی ممالک ایک دوسرے سے کبھی اجنبی نہیں رہے اور مسلمان کسی ملک کے مسلمان کو دیکھ کر نہ غیرت برتتا ہے نہ محسوس کرتا ہے ــــ اور امت مرحومہ پر یہ بھی اللہ کا سب سے بڑا احسان ہے ورنہ آج جبکہ اقوام جغرافیائی حد بندیوں میں جکڑی ہوئی ہیں مسلمانوں کا ایک دوسرے سے قلبی تعلق رکھنا کیا آسان ہے؟ اور ایسے میں جبکہ آج مدتوں سے مغربی طاقت دار اقوام اس سعی میں مصروف ہیں کہ مسلمانوں سے ان کا رشتہ اخوّت توڑ ڈالیں خدا کا شکر ہے کہ مسلمانوں میں یہ رشتہ اخوّت باقی ہے اور نہ صرف باقی ہے بلکہ اس سلک کی جو گرہیں ڈھیلی پڑ گئی تھیں وہ پھر مضبوط ہو رہی ہیں۔ اور وہ دن یقیناً قریب آچکا ہے کہ مسلمان ایک ہی پلیٹ فارم پر ایک کمانڈر کے زیر کمان ہوگا ــــ اور وہ کمانڈر ہے خدا کا فرمان ــــ کلام عزیز قرآن حکیم!!

عالم اسلام جاگ رہا ہے اور انشاء اللہ اب اسے مغربیوں کی ساحری مٹا نہیں سکتی ــــ! مسلمان ابھر رہا ہے اور انشاء اللہ اب اسے کوئی طاقت دبا نہیں سکتی ــــ!

اسلام کی فطرت میں قدرت نے لچک دی ہے
اتنا ہی یہ ابھرے گا جتنا کہ دبا دیں گے!!

تہذیب سلام

۲۹ اگست کا آفتاب ابھی طلوع نہیں ہوا تھا۔ سورج کی رنگین کرنیں ہنوز

"پردہ مجہولی" سے باہر نہیں آئی تھیں۔ زمین پر ایک فردوسی نور محیط تھا کہ، کے، ایل ایم کا طیارہ فرودگاہ (طیران گاہ) کی طرف رجوع ہوا —— ارض ایران نظر آئی! ضربات قلب میں شدت آگئی!

ایران —— عزیز و دلربا، مولا و مسکن حضرت سلیمان فارسی رض حسین وجمیل سرزمین فردوسی و قاآنی، کلید عقل و دانش خطۂ بوعلی سینا و حکیم سنائی، جرأت بخش و جرأت آموز، ارض رستم و سہراب، کون اندازہ کرسکتا ہے، ایران کی بلندی و برتری کا، اس کی عظمت و سرفرازی کا —— کہ تاریخ اسلام کے کئی باب ایران میں ہی تصنیف ہوئے ہیں —— پھر کون نہیں جانتا کہ ایران اس وقت بھی تہذیب و ثقافت کے عرش عظیم پر جگمگا رہا تھا۔ جب "مہذب و ترقی یافتہ دنیا" جہالت و تاریکی کے غاروں میں نہ جانے کہاں گم تھی۔ اور وہ ایران پاکستان کا صرف ایک ہمدرد ہمسایہ، قابلِ اعتماد دوست اور ایک ملّی بھائی ہی نہیں بلکہ ان ہر دو ممالک کے رہنے سہنے والوں کے قلوب بھی ایک دوسرے سے پیوست ہیں! ایران و پاکستان صرف مذہب و دین ہی میں ہم آہنگ نہیں بلکہ لسانی اور ثقافتی اعتبار سے بھی دونوں ہم رنگ ہیں نہ صرف ہم رنگ ہیں بلکہ (حقیقتاً) ایک ہیں۔ پاکستان کی زبان اور تہذیب و ثقافت بڑی حد تک آج بھی ممنون ہے ایران کی۔ زبان و ثقافت کی۔

عام طور پر مجھے اسی کا تجربہ ہوا تھا کہ "دور کے ڈھول سہانے ہوتے ہیں" میں نے ایرانی جمالیاتی ذوق کے متعلق اتنی شدت اور اتنی کثرت سے سن رکھا تھا کہ میں اگر ایک طرف ایران کی "عظمت جمال" سے کانپ رہا تھا تو دوسری طرف ایک لاشعوری دھڑکا یہ بھی لگا ہوا تھا:-

"اگر یہ سب کچھ دور کا ڈھول ہوا تو ــــ ؟"

لیکن میں جب فرودگاہ مہر آباد پر اترا تو خدا کا شکر بجالایا کہ ایرانی ہر چند کہ اپنی دولت و حکومت کی اس سربلندی پر آج نہیں ہے جو کبھی اسے حاصل تھی لیکن اپنی طبیعت کا حسن اور اپنا ذوقِ جمال آج بھی اسی شدّت سے محفوظ رکھے ہوئے ہے۔ "فرودگاہ" ایک تختۂ گل و گلزار بنی ہوئی مسکرا رہی تھی ـــ!

صبح کی دیوی اپنی ساری قیامت سامانیوں کے ساتھ جلوہ فرما تھی۔

السلام اے فردوسِ فردوسی ۔ السلام اے خیابانِ حافظ و سعدی

پاکستان کا ایک مسافر ان ذرات کو سلام کرتا ہے جنھوں نے شمشیرِ برق تابِ خالد سے ضو پائی ہے۔ اے ارضِ احترام آج میں کہ کچھ بھی نہیں لیکن ستر کروڑ اسلامیانِ عالم کی جانب سے تیرے ان بیٹوں کی خدمت میں ہدیۂ عقیدت پیش کرتا ہوں، جنھوں نے انگریزوں کی حلقوم میں انگلیاں ڈال کر اپنا "حق" ان سے اگلوا لیا ـــ!

آج میں انھیں بہادروں "قہرمانوں" کی خدمت میں ہدیۂ سلام لے کر آیا ہوں اور میں تیرا اسی طرح احترام کرتا ہوں جس طرح اپنے وطنِ عزیز کی ارضِ پاک کا!

زندہ باد پاکستان ــــ جاوید باد ایران۔ پائندہ باد عالمِ اسلام۔

میرے آنے سے پہلے ہی "ایرانی ریڈیو" میرے آنے کی خبر نشر کر چکا تھا۔ فرودگاہ پر اخباری نمائندے موجود تھے، میں نے ان کے ذریعہ اپنے احساسات ملتِ ایرانیہ کی خدمت میں پیش کئے ــــ وہ محسوسات اخباروں کے ذریعہ پورے ایران میں اور ریڈیو سے نشر ہو کر سارے جہان میں پھیل گئے ــــ

میں نے اپنے صحافی بھائیوں سے کہا۔

"ایران آکر میں یہ نہیں محسوس کر رہا ہوں کہ میں کسی اجنبی ملک میں آیا ہوں ——— بلکہ درست مثال یہ ہے کہ میں خانہ اسلام کے ایک کمرے سے دوسرے کمرے میں آگیا ہوں۔

میں ایران میں پاکستان ہی نہیں بلکہ ساری دنیائے اسلام کا جذبۂ اخلاص و مودت اپنے ساتھ لایا ہوں۔

ہر شخص ایران کے اس صحیح اقدام (تیل کو قومی بنانے) پر نہ صرف مبارکباد دیتا ہے بلکہ اپنی پوری امداد و اعانت کا یقین کامل بھی دلاتا ہے۔

یہ ایران کا ایک مسلّم اور ناقابل انکار حق ہے کہ وہ اپنی ایک بڑی صنعت کو "اپنائے" اور بین الملکی قوانین بھی ایران کے اس حق کو تسلیم کرتے ہیں!"

ایران کے تمام اخبارات نے اسے نمایاں سرخیوں کے ساتھ صفحہ اوّل پر شائع فرمایا اور اس طرح انھوں نے اپنے ایک پاکستانی بھائی کے ساتھ اپنی انتہائی محبت کا ثبوت دیا ناشکر گزاری ہو گی اگر نہ کہوں کہ ——— خیلی متشکرم!

تہران میں!

میں فرودگاہ سے روانہ ہو کر تہران کے ہوٹل فردوسی میں جا پہنچا۔ جہاں میرے قیام کا انتظام تھا یہ حسین و جمیل شہر تہران، ایران کا قلب و جگر اور دارالسلطنت یہاں کی صاف ستھری

اور بڑی بڑی سڑکیں (جو وہاں مختلف خیابانوں[1] کے نام سے مشہور ہیں) اپنے حسن و جمال اور اپنی ساری نفاستوں کے ساتھ رضا شاہ اول کے ذوق جمال کے گیت گا رہی ہیں۔ دانش گاہ تہران (جامعہ تہران) اپنی وسیع اور شاندار عمارتوں، جدید انداز کے "معملوں" اور ترقی یافتہ کتب خانوں کو اپنے آغوش میں سمیٹے ہوئے رضا شاہ اوّل کی عظمت و سربلندی کی شہادت دے رہی ہے۔ طرز نو پہ تعمیر کی ہوئی مختلف دفاتر کی سرکاری عمارتیں اپنے ناظر کو مسحور کر لیتی ہیں وزارت دفاع اور محکمہ خارجہ کے دفاتر کی عمارات چشم تماشائی کیلئے سامان تحیر ہیں فوجی آفیسرز کلب کی مثال تو شاید یورپ کے بڑے بڑے دار السلطنتوں میں بھی نہ مل سکے۔!

تہران کا عجائب خانہ اور کتب خانہ ملی دیکھنے سے تعلق رکھتے ہیں، کتب خانہ میں بہت سے بیش بہا اور نایاب نسخے اور مسودات موجود ہیں، یہاں خطاطی کے بھی بعض بڑے نادر نمونے ہیں۔

عجائب گھر میں دارا تک کے دور کی مختلف یادگار اشیاء رکھی ہوئی ہیں بعض مجسمے اور سنگ مرمر کے نقش و نگار ہزاروں سال پہلے کی تہذیب و تمدن کی شہادت دے رہے ہیں۔

---

[1] خیابان وہاں ایونیو کے معنوں میں مستعمل ہے جیسے خیابان فردوسی، ان سڑکوں کے دونوں جانب آب رواں کی نالیاں ہیں جنھیں وہاں کے لوگ نہر کہتے ہیں۔ عوام پینے کے لئے پانی عموماً یہیں سے لیتے ہیں۔!

کاخ گلستاں کے قصر شاہی کو اگر شیش محل کہا جائے تو بے جا نہ ہوگا یہ قاچاری دور کی یادگار ہے اس میں شاہجہاں کا تاریخی تخت طاؤس اب تک موجود ہے جو ہندوستان سے محمد شاہ رنگیلے کے دور میں نادر شاہ لے کر گیا تھا!

"جدید ایران" یا ایران کے نئے دور کا آغاز ۳۱ اکتوبر ۱۹۲۵ء سے ہوتا ہے۔ جب سلسلۂ قاچاریہ کے آخری تاجدار احمد شاہ کو معزول کر کے رضا شاہ پہلوی تخت نشین ہوئے۔!

۵۲:- ایران کا تعلق اسلام سے اتنا ہی قدیم ہے جتنا قدیم خود اسلام کا دینی و روحانی نظام ہے۔ دربار رسالت میں حضرت سلمان فارسی کو جو مقام رفیع حاصل تھا اُس سے سیرۃ نبوی کے صفحات، اور احادیث شریفہ بھری پڑی ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انھیں عجم کا اولین تحفہ فرمایا اور فرطِ محبت سے اپنے اہل بیت میں شمار فرمایا ہے۔ ایران کو یہ بھی فخر حاصل ہے کہ خاندان نبوت ایران کی شہزادی بی بی شہر بانو کی نسل سے چلتا ہے۔ ان کی شادی حضرت امام حسین علیہ السلام سے ہوئی تھی۔ ایران جسے ابھی چند سال پہلے تک فارس کہا جاتا تھا۔ ابتداً خلافت راشدہ، پھر ۶۰ھ سے ۱۳۲ھ تک خلافت بنی امیہ، ۱۳۲ھ سے ۶۵۶ھ تک بنی عباس کے ماتحت رہا، آخری دور بنی عباس میں چھوٹی چھوٹی بہت سی حکومتیں پیدا ہوئیں، منانامیہ، سنجریہ، خوارزمیہ، اتاکیہ، آلِ بوبیہ، آلِ دیلم، آلِ خانیہ ایران ان حکومتوں کے ماتحت رہا، باطنیت بھی یہیں پھلی پھولی۔

زمانہ گزرتا گیا، بالآخر یہاں خالص ایرانی حکومت دولت صفوی کے نام

آج کا تہران تمام تر رضا شاہ اول کے دور کا دوسرا نام ہے — اس فوجی بادشاہ اور سپاہی منش انسان نے ایران کی کایا پلٹ کر رکھ دی اور ایران کا ظاہر و باطن دونوں بدل ڈالا۔ فوجی تربیت جبری اور لازمی قرار دے کر ملک میں ایک نئی فوجی روح پھونک دی، ۱۹۴۱ء دوسری عالمی جنگ کے دوران میں جب متحدین ایران میں داخل ہوئے تو رضا شاہ اول اپنے بیٹے کے حق میں تخت سے دست بردار ہو گئے۔ اور اب تخت ایران پر محمد رضا شاہ پہلوی (دوم) جلوہ فرما ہیں۔

ایران میں متحدین کے داخلے نے بلا وجہ ایران کو بھی جنگ کی تباہیوں میں مبتلا کر دیا اور لڑائی کے بعد دنیا جس اقتصادی کشمکش میں مبتلا ہوئی ایران اس سے بچ نہ سکا۔ غالباً یہی وجہ ہے کہ ہر ایرانی انگریزوں سے انتہائی نفرت کرتا ہے اور یقین کامل رکھتا ہے کہ دنیا میں کوئی فتنہ نہیں اٹھ سکتا جب تک کہ اس میں

سے پیدا ہوئی، یہ اوائل صدی دہم ہجری کا زمانہ ہے اس خاندان نے عالی شیعیت پر بہت زور دیا۔ اور ایران میں شیعیت عام ہو گئی، اس خاندان کے نو فرمان روا گئے اس کے بعد پھر ایک مرتبہ طوائف الملوکی کا دور آیا۔ ایران میں متعدد چھوٹی چھوٹی حکومتیں پیدا ہو گئیں، جنھیں ایک بہادر تاتاری قبیلہ قاچار نے ختم کر کے قاچاری حکومت کی بنیاد رکھی۔ اس خاندان کے پانچ حکمران ہوئے۔ جن میں سب سے زیادہ مشہور فتح علی شاہ قاچار ہوا ہے۔ اس خاندان کی حکمرانی کا خاتمہ رضا شاہ پہلوی مرحوم نے ۱۹۲۵ء میں کیا۔

انگریز کا ہاتھ نہ ہو۔!

بیسویں صدی کا ربع اوّل ایک عجیب دور تھا کہ مسلمان مغربیوں سے نفرت کرنے کے باوجود فکر وخیال میں تہذیب وتمدن میں کھانے پینے میں لباس وزبان میں مغربیوں سے انتہائی طور پر متاثر اور ان کے ایک سرگرم مقلد تھے ایران کا رضا شاہ ہو، ترکی کا اتاترک یا افغانستان کا امان اللہ۔

چنانچہ آج عالم اسلام کا بیشتر حصہ مغربی رنگ ہی میں رنگا نظر آتا ہے۔!

اور یہ سب کچھ نتیجہ ہے اونیسویں صدی کے اس احساس کا کہ مغرب ترقی یافتہ ہے اور مشرق زوال پذیر! میں نے ایران میں بھی دیکھا کہ انگریز سے نفرت کے باوجود ایرانی مغربیت سے بہت زیادہ متاثر ہیں۔ کھانے پینے کے انداز میں لباس و رہائش میں اونچے طبقہ میں مغربیت عام ہے!!

بعض تاثرات:۔

میں اپنے دو ہفتہ کے قیام ایران میں وہاں کی ہر اہم شخصیت سے ملا ہر سرکاری افراد سے بھی اور غیر سرکاری افراد سے بھی علماً اور فضلاء سے بھی قائدین اسلام سے بھی اور اخبار والوں سے بھی خواص سے بھی اور عوام سے بھی۔

میرے اس سفر (ایران) کا مقصد نہ سیاحی تھا نہ تفریح ——

میں یقیناً ایران کی سماجی زندگی سے اتنا واقف نہیں ہو سکتا تھا جتنا کہ ہونا چاہئے میں وہاں کے گل وگلزار اور باغ وراغ پر بھی وہ نگاہیں نہ ڈال سکا۔

جن کے وہ مستحق تھے۔ مجھے اقرار ہے کہ میں نے وہاں کے مشہور و حسین مقامات بھی نہ دیکھے جن کا نہ دیکھنا جمالیاتی ذوق کی توہین ہے۔

میں اپنے بزرگ محترم سفیر کبیر ایران برائے پاکستان فضیلت مآب آقائے مسعود[1] معز کے حضور شرمسار ہوں کہ ان کی تاکید کے باوجود میں مازندران جیسے حسین و جمیل پارہ فردوس (برکنار کیسپین) تک بھی نہ جاسکا نہ اصفہان کہ جو تاریخ ایران میں نصفِ جہان کہلاتا ہے نہ میں پرسی پول یا تخت جمشید کی زیارت کر سکا جو تاریخ عالم میں ایک خاص مقام رکھتا ہے نہ شیراز پہنچ سکا کہ جس کے ذکر سے آج بھی شاعری کے حسین تصورات زندہ ہیں لیکن میں اس کو کیا کرتا کہ میرے پاس صرف دو ہفتے تھے، اسی میں مجھے وہاں کے ہر اس فرد بزرگ کی خدمت میں حاضری دینی تھی جو ملت اسلامیہ ایرانیہ پر اثر انداز تھا ——— مجھے وہاں کے سیاسی قائدین کے حضور بھی پہنچنا تھا اور مذہبی رہنماؤں کی جناب میں بھی! ——— اور الحمدللہ کہ میں اپنے اس مقصد میں کامیاب و کامران رہا اگرچہ میرے سفر ایران کا مقصد وہاں قطعاً دوسرا تھا لیکن پھر بھی جو کچھ میں نے سرراہے دیکھا ہے ان کا ذکر نہ کرنا یقیناً ایک کوتاہی ہوگی!!

---

[1] انتہائے ناسپاس گزاری ہوگی اگر میں فضیلت مآب آقائے مسعود معز سفیر کبیر ایران اور جناب آقائے فریدنی کا شکریہ نہ ادا کروں کہ ان حضرت کی اعانتوں اور عنائتوں نے میری مشکلات کو آسان اور دشواریوں کو سہل بنایا۔

میں نے اپنے "نیم ماہہ" قیام ایران میں محسوس کیا کہ گو وہاں کا معیار زندگی عمومی طور پر کچھ زیادہ بلند نہیں ہے بلکہ بعض جگہ تکلیف دہ حد تک پست ہے لیکن وہاں خودی کی بیداری موجود ہے، ایرانی عوام میں زندگی کی جرأت پیدا ہو چکی ہے وہ مصائب سے ٹکرانا اور مشکلات سے کھیلنا سیکھ چکے ہیں گو تعلیم غیر معمولی طور پر کم ہے لیکن ان میں زندگی کا شعور پیدا ہو چلا ہے اور غیرت نفس تڑپ رہی ہے۔ میں نے ایرانی عوام کو دیکھا کہ خواہ وہ کسی طبقہ سے کیوں نہ ہوں لیکن نفت کے قومی بنانے کے سلسلہ میں ہم آواز ہیں اور ایک جسد واحد کی طرح حریف کے سامنے صف آرا ہیں!

مجھے یقین کامل ہے کہ ایرانی قوم بہت جلد اپنا وہ مقام بلند پھر حاصل کرے گی جو تاریخ عالم میں اسے کبھی حاصل تھا!

میں نے وہاں کے لوگوں میں تہذیب و شائستگی عام پائی ہے میں نے محسوس کیا کہ وہاں کے لوگ گالیاں[۱] نہیں بکتے —— معمولی سے معمولی آدمی بھی تہذیب و شائستگی کا مجسمہ نظر آتا ہے، شیریں کلامی کا یہ عالم کہ:-

ٹیکسی ڈرائیور نے گاڑی کی رفتار متعینہ رفتار سے زیادہ تیز کر دی ہے —— پولیس مین روکتا ہے:-

میری جان[۲]! اگر سب لوگ تمہاری ہی طرح گاڑیاں چلانے لگیں

۱:- "پدر سوختہ" انتہائی سخت اور بڑی گالی سمجھی جاتی ہے، اور گالی کی یہی حد آخر ہے

۲:- جانم —— جو ایرانی لہجہ میں جونم بن گیا ہے، عام طور پر استعمال ہوتا اور تقریباً انگریزی لفظ My Dear کا بدل ہے!

تو لوگوں کی جانوں کا کیا ہوگا ——؟

بفرمائید[۵۳] —!

ایران میں تعلیم صرف دس فیصد ہے۔ یہ پولیس مین کسی "دانش گاہ" (جامعہ) کا دانش ور تو نہیں ہو سکتا —— اور میں سوچنے لگا۔

کیا پاکستانی پولیس کا سپاہی —— سپاہی نہ سہی سب انسپکٹر —— بھی کسی ایسے ہی موقع پر یہی رویہ اختیار کرتا اور کیا اسی شیریں زبانی سے کام لیتا —؟

میں ایک پاکستانی کی حیثیت سے انتہائی طور پر شرمندہ ہوں کہ میرے دل نے آواز دی :۔

"نہیں"

ایک ہم ہیں کہ لیا اپنی بھی صورت کو بگاڑ!

ایک وہ ہیں جنھیں تصویر بنا آتی ہے!

پھر یہ اخلاق اور یہ شائستگی ایران کے کسی ایک یا چند کا طرۂ امتیاز نہیں بلکہ عام اور ہمہ گیر ہے، گو افلاس پاکستان سے زیادہ عام ہے!

ہوٹل فردوسی کے ایک معمولی سے بیرے سے لیکر بارگاہ میں بیٹھے ہوئے نخست وزیر تک آپ شائستگی کی یہ قدر یکساں پائیں گے۔

میں نے لکھنؤ کی تہذیب و شائستگی کے شہرے سُنے تھے اور انھیں دیکھا بھی

---

۵۳ بفرمائید :۔ ایک ایسا ایرانی لفظ ہے جو ہر موقع پر استعمال ہوتا ہے جائیے بیٹھئے کھائیے اور نجانے کیا کیا سب ہی اس بفرمائید میں ادا ہو جاتے ہیں۔

حیدرآباد کہ بر کوچک کی تہذیب و ثقافت کا آخری مرجع تھا —— وہاں رہا ہوں لیکن ایران پہنچنے کے بعد میں نے محسوس کیا کہ وہ "چربے" تھے اور یہ اصل ہے!

ممکن ہے ہمارے ہاں اس کو ایک "عجمی مصنوعیت" اور "تکلف محض" کہا جائے لیکن میں اس کو کیا کروں کہ میں نے اس انداز میں خلوص و محبت کی ادائیں بھی پائی ہیں۔

ایران بھی ساری دنیا کی طرح دوہرا روپ رکھتا ہے۔ شہری جدید ایران اور دیہاتی قدیم ایران ——!

جدید ایران جو شہروں میں بستا ہے تمام تر مغربی رنگ میں رنگا ہوا ہے۔ لیکن اپنی فطری نفاست و لطافت کے باعث اس نے اپنی مغربیت کے لئے فرانس کا انتخاب کیا جو آج تک مغرب میں سب سے شائستہ اور مہذب سمجھا جاتا ہے۔

جدید ایرانی زبان بھی فرانسیسی صوت و لہجہ ہی سے متاثر ہے مثلاً وہ ماہ اپریل اور دسمبر کو آوریل اور دسامبر کہتے ہیں۔

گھروں میں عام طور پر حمام نہیں ہوتے لیکن ہوٹلوں کی طرح یہاں حمام بہت عام ہیں، دوست احباب پارٹیوں اور پک نک کے انداز پر حمام کرنے جاتے ہیں تربوز کھائے جاتے ہیں۔ نغمے اور قہقہے بلند ہوتے ہیں اور لوگ یہاں پہنچکر نہ صرف نہا لیتے ہیں بلکہ "غم روزگار" کے سر پہ خاک ڈال دیتے ہیں، حمام کیا ہیں اچھے خاص تفریحی کلب ہیں۔ جہاں کے لئے ایرانی تقریباً وہی تمام اہتمام کرتے ہیں جو ہمارے ہاں "پک نک" پر جانے کے لئے لوگ کرتے ہیں!

قدیم ایران جو عموماً دیہاتوں میں بستا ہے —— کسانوں پر مشتمل ہے اور جیسا کہ عرض کیا جا چکا ہے۔ کسانوں اور دیہاتیوں کا معیار زندگی اذیت وہ حد تک پست

ہے۔ صحت خراب تعلیم مفقود۔ افلاس عام ۔۔! ۔۔ امید ہے کہ مصدق کی عوامی وزارت بہت جلد حالات بدل دے گی!

اور بہت جلد وہ ایران جلوہ نمائی کرے گا جو ہر حیثیت سے ترقی یافتہ ممالک کی صفوں میں نمایاں ہوگا۔ اور ہر حیثیت سے مضبوط و مستحکم ہوگا۔

میری دعا ہے کہ ایران اپنے ماضی کی اس عظمت و برتری پر پھر جا پہنچے جسے چھوڑ آیا ہے۔ الحمدللہ کہ ایسے آثار پیدا ہو چکے ہیں! اور مسئلہ نفت اس کی صرف ایک تمہید ہے!

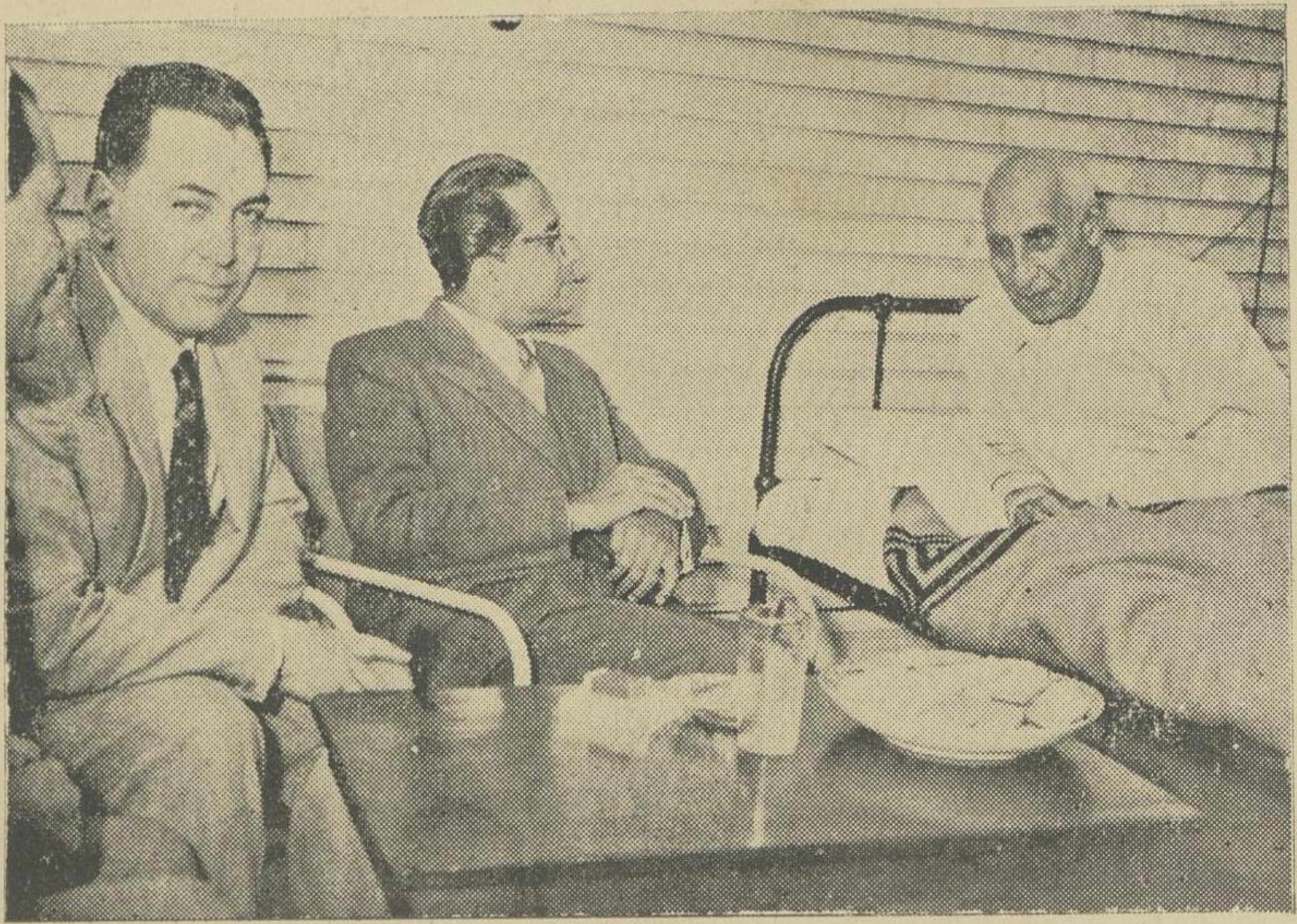
وزرائے ایران کے حضور میں!

ایران پہنچ کر سب سے پہلے مجھے وہاں کی سب سے اہم شخصیت کی خدمت میں حاضر ہونا تھا اور وہ اہم شخصیت تھی نخست وزیر (وزیر اعظم) آقائے ڈاکٹر محمد مصدق کی!

میں ایران پہنچنے کے دوسرے ہی روز ۷ شہریور ۱۳۳۰ھ (مطابق ۳۰ اگست ۱۹۵۱ء) پنجشنبہ کو بعد ظہر آقائے ڈاکٹر محمد مصدق نخست وزیر ایران کے دولت خانے پر حاضر ہوا ۔۔ آقائے ڈاکٹر مصدق نے اپنے خواب گاہ میں شرف ملاقات بخشا، جسمانی طور پر بوڑھے، ذہنی حیثیت سے پختہ و جوان اور دل کے نوجوان وزیر اعظم بستر علالت پر نیم دراز تھے۔ پاؤں سے کمر تک کمبل میں لپٹے ہوئے ۔۔۔۔ خالص ایرانی انداز میں بڑی محبت سے ملے:۔

"بفرمائید آقائے انعام اللہ!"

اور انعام اللہ اس حُسن شفقت و محبت پر فریفتہ ہو کر رہ گیا۔



وزیر اعظم ایران ڈاکٹر مصدق، وزیر تعلیم ڈاکٹر کریم سنجابی
اور مصنف

اس علالت اور بڑھاپے میں آہنی عزم وارادے کا انسان جو کام کر رہا ہے۔ وہ دیکھ کر ہم جوانوں کو دیکھنا پڑے گا کہ ہم کہاں ہیں؟ اس ملاقات کے وقت نائب وزیر اعظم اور وزیر فرہنگ بھی موجود تھے! یہ ملاقات ڈیڑھ گھنٹہ تک طویل تھی اور اس عرصہ میں بڑی تفصیلی گفتگو رہی۔

میں نے تحیات وطبعیات نہ صرف اپنی طرف سے بلکہ تمام اہالیان پاکستان اور سارے اسلامیان عالم کی جانب سے) کے بعد اپنے صدر محترم کی جانب سے موتمر عالم اسلامی کی اس تجویز کی نقل پیش کی جو نفت ایران سے متعلق تھی اور اسے پیش کرتے ہوئے۔ وزیر اعظم ایران کو یقین دلایا کہ "مسئلہ نفت ایران صرف آپ ہی کا مسئلہ نہیں ہے یہ مسلمانوں کا مسئلہ ہے اور سارے عالم اسلام کا مسئلہ ہے یہ ایک اسلامی مملکت کی حاکمیت وسالمیت کا مسئلہ ہے اور اُسے سارا عالم اسلام اپنے وقار اور اپنی سالمیت کا مسئلہ سمجھتا ہے، میں آپ کو اور آپ کے توسط سے پوری ملت ایرانیہ کو یہ یقین دلانے کے لئے حاضر ہوا ہوں کہ ساری اسلامی دنیا ایک جسد واحد کی طرح آپ کے اس جائز موقف میں آپ کے ساتھ ہے"

میں نے انھیں مزید یقین دلایا کہ "جاگا ہوا عالم اسلام اب کسی مسئلہ کو صرف اس کے مقامی زاویۂ نظر سے نہیں دیکھتا بلکہ اس کے ملی مضمرات پر بھی شدت سے نظر رکھتا ہے"۔

میں نے انھیں بتایا کہ "موتمر عالم اسلامی" نفت کے قومی بنانے" کے حق کو ہر نقطہ نگاہ سے جائز سمجھتی ہے خواہ وہ اسلامی ہو یا ملی اور خواہ بین المملکتی! بین الاقوامی قوانین کے اعتبار سے بھی ہر آزاد ملک کو یہ اساسی حق حاصل ہے،

کہ وہ اپنے ملک کی فلاح و بہبود کی خاطر اس قسم کے قوانین پاس کرے اور انھیں عملی شکل دے۔"

میں نے کہا:- برطانیہ جو "بین الاقوامی سازشوں" میں اپنا جواب نہیں رکھتا ہے تو اس کا علم ہونا ہی چاہئے کہ ایک آزاد ملک کو اس کے اس حق کی ضمانت خود بین الاقوامی قوانین بھی دیتے ہیں اور اگر برطانیہ نے اپنی ہٹ دھرمی اور ضد سے معاملہ کو خراب کیا اور ایران کے جائز مطالبات تسلیم نہ کئے تو ان کی اس ناسمجھی سے جو نتائج پیدا ہوں گے اس کا ذمہ دار بھی برطانویوں کو ہونا پڑے گا!

میں نے آقائے ڈاکٹر محمد مصدق سے کہا "جوں ہی نفت کے ملی بنانے" کا قانون پاس کیا گیا تو ہماری وزارت خارجہ نے سب سے پہلے آپ کے اس جائز مطالبہ کی تائید کی اور صرف یہی نہیں کہ ایک تائیدی بیان جاری کیا بلکہ جہاں تک میرے علم میں ہے حکومت پاکستان نے حکومت برطانیہ پر ڈپلومیٹک دباؤ ڈال کر برطانیہ کو مجبور کیا کہ وہ ایران کے "حق نیشنلائزیشن" کو تسلیم کرلے۔"

میں نے ان سے کہا "جہاں تک پاکستان کے عوام کا تعلق ہے حکومت سے ہٹ کر اور موتمر عالم اسلامی کے علاوہ بھی پاکستان کی ہر جاندار جماعت نے خواہ وہ مسلم لیگ ہو یا نوجوانوں کے مختلف ادارے، یہ سب کے سب ایران کی آواز پر لبیک کہتے ہوئے کھڑے ہو گئے ہیں اور واضح الفاظ میں اپنے اس "ایقان" کی تفریح کہ ایران پر برطانیہ کا سیاسی یا معاشی کنٹرول کسی درجہ میں بھی گوارا نہیں کیا جا سکتا۔ اور اس اجتماعیت کے علاوہ پاکستان کے صناعوں اور تاجروں نے بھی ایران کو اپنی خدمات پیش کرنے کا اعلان کیا —— اور نہ صرف پاکستان نے بلکہ پورے

عالم اسلام نے آپ کی آواز پر لبیک کہا اور مسئلہ نفت ایران کو بالکل اپنا مسئلہ تصوّر کیا۔"

آقائے ڈاکٹر محمد مصدق نے فرمایا۔۔۔ ان کا لہجہ شیریں اور غالباً علالت کی وجہ سے کسی قدر نحیف تھا۔

"میں نے پاکستان کو ہمیشہ صرف ایک ہمسایہ ہی نہیں بلکہ اپنا بھائی سمجھا ہے۔"

آپ نے حکومت پاکستان اور باشندگان کا شکریہ ادا کیا نیز اسی طرح دنیائے اسلام اور اسلامیان عالم کے لئے بھی اپنے تشکر و امتنان کا اظہار فرمایا اور کہا:۔

"جب آپ گفتگو کر رہے تھے تو صرف آپ کے جوش و خروش ہی سے نہیں بلکہ آپ کے انداز تکلم سے بھی میں محسوس کر رہا تھا کہ یہ الفاظ صرف لب و زبان سے نہیں نکل رہے ہیں بلکہ دل کی گہرائیوں سے اُبھر کر زبان پر آ رہے ہیں اور یہی دل کی گیرائیاں اور گہرائیاں ہیں جو صرف ہم دونوں (قوموں) کو ہی نہیں بلکہ سارے عالم اسلام کو ایک سلک میں منسلک کئے ہوئے ہیں اور یہ ایک ایسی حقیقت ہے جس کی طرف دنیا کو متوجہ ہونا پڑے گا۔"

برطانوی ہٹ دھرمی کا ذکر کرتے ہوئے آپ نے فرمایا "ہم مخالفت برائے مخالفت کرنا نہیں چاہتے۔ ہمیں برطانویوں سے کوئی ذاتی عداوت یا پرخاش نہیں ہے۔ ہم تو انصاف کے نام پر اپنا حق حاصل کرنا چاہتے ہیں اور ہماری دعا ہے کہ خدا برطانیہ کو انصاف اور عقلمندی کی توفیق دے۔

نخست وزیر ایران نے بڑی تفصیل سے بتایا کہ "نفت کو قومی بنانے کا کوئی وقتی، جذباتی یا ہنگامی مسئلہ نہیں ہے۔ اس کا تعلق واقعات وحقائق سے ہے یہ ایک ٹھوس اور اہم مسئلہ ہے جسے ایمانداری سے حل کرنا ہے، یہ ہماری معاشی حیات کا مسئلہ ہے، یہ ہماری بقا کا مسئلہ ہے، ہمارے مستقبل کا انحصار اس مسئلہ کے صحیح حل پر ہے، ہم اس باب میں کوئی رعائت نہیں چاہتے بلکہ اپنا جائز حق وصول کرنا چاہتے ہیں۔ اور اپنے اس جائز مطالبے میں نہ ہم خود ضد کرنا چاہتے ہیں نہ کسی دوسرے کی ضد کا شکار ہونا چاہتے ہیں۔

اس کے بعد انھوں نے اپنی نظریں مجھ پر جمادیں آواز کسی قدر بلند ہو گئی انھوں نے کہا:۔

ہمیں عملی بننا چاہئے —— ہمارے ساتھ جو ہمدردیاں کی گئیں اس کا ہمیں اقرار ہے یہ مہربانیاں سر آنکھوں پر لیکن زبانی ہمدردیوں سے عقدے نہیں کھلتے گتھیاں نہیں سلجھتیں —— آپ میرے بھائی ہیں میں آپ سے "باتیں" نہیں چھپانا چاہتا، میں الفاظ چبا چبا کر نہیں کہنا چاہتا برادرانہ خلوص سے مجھے کہنے دیجئے کہ ہم چاہتے ہیں کہ اسلامی ممالک ہم سے تیل خریدیں میری گزارش خاص طور سے پاکستان سے ہے پاکستان ہمارا قریب ترین ہمسایہ ہے اور کافی مقدار میں تیل خریدتا ہے۔ ہم اس کی ضرورت بھر تیل دینے کو تیار ہیں اور ممکنہ مراعات کے ساتھ —!"

میں نے قضیۂ نفت کے سلسلہ میں امریکہ کا رویہ دریافت کیا تو وزیر اعظم ایران نے فرمایا: "امریکہ کا رویہ اچھا رہا ہے اور مجھے یقین ہے کہ امریکہ ہمیں منجدھار میں نہ چھوڑے گا۔"

7943

میں نے عرض کیا "بعض لوگوں کو بعض اوقات خیال ہوتا ہے کہ ایرانی قضیۂ نفت میں جذبات سے زیادہ کام لے رہے ہیں"۔ــــ نخست وزیر نے فرمایا "نہیں ایسا نہیں ہے ــــ اچھا میں واقعات بیان کرتا ہوں آپ خود فیصلہ کیجئے۔

سب سے پہلا سوال اصول کا ہے ــــ آیا اصولاً ہمیں "قومی بنانے" کا حق ہے یا نہیں ہے؟ یہ بات روز روشن کی طرح واضح ہے کہ ہر ملک اپنی صنعتوں کو اپنانے کا حق رکھتا ہے اگر انگلینڈ کو یہ حق ہے کہ اپنے کوئلے اور لوہے کی صنعت کو اپنا لے تو کیا ایران کو یہ حق نہیں کہ اپنی صنعت کو قومی بنائے!"

اور یہ حق تو خود بین الاقوامی مروجہ قوانین بھی ہر ملک کو دیتے ہیں۔ خیر اس سے بھی بحث نہیں! آپ کے آنے سے ابھی کچھ دن پہلے مسٹر اسٹوکس تشریف لائے تھے اور اُنھوں نے اپنی حکومت کی جانب سے اس حق کو تسلیم کرنے کے اعلان ہی سے گفتگو کی ابتدا کی۔ گویا جو منکر و معترض تھے اُنھوں نے بھی مان لیا ہے کہ اصولاً ہم کو اس کا حق ہے!

ہم نے ان سے کہا جب آپ نے یہ حق تسلیم کر لیا ہے تو آپ اس کیلئے بھی تیار رہوں گے کہ ہم کمپنی کے بورڈ میں ایرانی ممبروں کی اکثریت رکھیں لیکن مسٹر اسٹوکس اصول تسلیم کر لینے کے باوجود اس کے لئے تیار نہ ہوئے لیکن ہماری امن پسندی و صلح جوئی نے ایک دوسری تجویز پیش کی۔

ہم نے کہا گو ہمیں اصولاً اس کا حق ہے کہ ہم ایسا ہی کریں ــــ لیکن باہمی تعلقات کو قائم رکھنے کے لئے ہم اس کے لئے بھی تیار ہیں کہ ہم اپنی اکثریت نہ رکھیں ظاہر ہے کہ ہم اس کو بھی گوارا نہیں کر سکتے کہ آپ کی اکثریت ہو ــــ لہذا غیر انگریز

یورپین ممبروں کی اکثریت رکھی جائے۔ لیکن وہ اس کے لئے بھی تیار نہ ہوئے۔

عرض کیا خیر یہ بھی نہ سہی ایسا کیجئے کہ کمپنی میں جتنے انگریز ملازم تھے ہم ان کو ان کی ساری مراعات کے ساتھ رکھ لیں لیکن ظاہر ہے کہ نیشنل کمپنی میں جنرل مینجر ہم اپنا رکھیں گے! لیکن افسوس وہ اس کے لئے بھی تیار نہ ہوئے۔ پھر عرض کیا اچھا نہ ایرانی نہ انگریز جنرل مینجر کوئی غیر انگریز یورپین رکھا جائے لیکن انھیں یہ بھی گوارا نہ ہوا۔ ایک اور اہم مسئلہ تھا "کمپن سیشن" کا —— مشینری کی قیمت وغیرہ کے تصفیہ کے لئے گزارش کی غیر جانب دار ممالک کے افراد پر مشتمل ایک بورڈ بنا دیں اور وہ جو فیصلہ کرے تسلیم کر لیں لیکن مسٹر اسٹوکس کی "نہ" اپنی جگہ قائم رہی۔

کہئے! —— ضد کون کر رہا ہے؟ ہٹ دھرمی کس کی ہے؟

آپ ہی فیصلہ کیجئے۔

مسائل پاکستان کے سلسلہ میں سرحدات پاکستان پر بھارتی افواج کے اجتماع کو میں نے صرف پاکستان کی ہی سالمیت پر نہیں بلکہ عالم اسلام کی سالمیت پر ایک حملہ سے تشبیہ دی اور اس دھمکی اور "حریفانہ فوجی نمائش" کے باوجود لیاقت کے پنج نکاتی منصوبہ امن کا ذکر کیا اور کہا کہ "طاقت کے نشہ میں چور نہرو نے اس کی بھی پروا نہ کی، جوع الارضی اور پاکستان دشمنی اس کی نظروں کو اس طرف لا رہی ہیں لیکن پنڈت نہرو کو شائد اس کا احساس نہیں کہ وہ اس طرح اپنے واٹرلو[۱] کی طرف بڑھ رہا ہے"

---

[۱] ہزیمت گاہ نپولین —— بلجیم کا وہ میدان جہاں نپولین نے شکست کھائی تھی۔

میں نے آقائے نخست وزیر سے عرض کیا کہ "یہ احسان ناشناسی ہوگی اگر میں پاکستان اور پاکستانیوں کی طرف سے حکومت ایران اور باشندگان کی ہمدردیوں کا جو اس سلسلہ میں انھوں نے کیں شکریہ ادا نہ کروں۔"

آقائے مصدق نے فرمایا "فوجی اجتماع" کے مسئلہ پر اور مسئلہ کشمیر پر ایران کا موقف روز روشن کی طرح آشکار ہے۔ ہمارے تعلقات پاکستان کے ساتھ صرف دوستانہ نہیں ہیں بلکہ برادرانہ ہیں۔" پھر فرمایا "میری یہی تمنا ہے کہ دونوں ہمسایہ ممالک کے مناقشات و اختلافات امن پسندانہ اور منصفانہ طریقے پر طے ہو جائیں تو بہتر ہے۔ اگر ایران اس سلسلہ میں کچھ کام آسکتا ہے تو دریغ نہ کرے گا۔"

بعد ازاں گفتگو عالم اسلام پر ہوئی میں نے آقائے نخست وزیر کی خدمت میں عرض کیا "اسلامی ممالک کو جلی اور واضح "منقوشات دیوار" کی طرح پڑھ لینا چاہیے کہ دنیا میں ان کا کوئی دوست نہیں ہے سوائے اللہ کے، ان کو بھروسہ صرف اپنے قوت بازو پر کرنا چاہیے اور سہارا صرف اللہ کا لینا چاہیے۔"

میں نے وضاحت کرتے ہوئے کہا "اینگلو امریکن بلاک ہو یا روس دونوں میں سے کوئی ہمارا دوست نہیں ہم نے دیکھا ہے کہ جب فلسطین کا مسئلہ سامنے آیا تو سرمایہ داریت اور اشتمالیت (اینگلو امریکن بلاک اور روس) نہ صرف آپس میں دونوں نے "مصافحہ" کر لیا بلکہ معانقہ کرنے لگے ——— فلسطین کے نام کے ساتھ ہی میرے فرائض مجھے مجبور کرتے ہیں کہ میں عالم اسلام کی طرف سے آپ کا اور آپ کی حکومت کا پھر شکریہ ادا کروں کہ آپ نے اسرائیلی حکومت کی تسلیم سابقہ ایرانی کو واپس لے لی۔"

پھر میں نے اتحاد عالم اسلام ہی کے سلسلہ کو جاری رکھتے ہوئے کہا "وقت آگیا ہے کہ ہم اپنے جزوی اختلافات سے بلند ہو کر ملی نقطہ نظر کو سامنے رکھیں اور اتحاد و اشتراک کا دامن تھام لیں، خود کو مضبوط بنا کر ان دونوں منحوس و مخذ: ن بلاکوں سے بچتے ہوئے آگے بڑھیں! اور دنیا کے سامنے ایک متحدہ محاذ پیش کریں۔

خدا کا شکر ہے کہ ہمارے پاس نہ آدمیوں کی کمی ہے نہ اشیائے ضرورت کی، ہم ان دولتوں سے مالا مال ہیں۔"

میں نے کہا "دنیا حجری اور آہنی عہد سے گذر چکی ہے اور "روغنی عہد" میں ہے اور الحمد للہ کہ ہم اس میں مالا مال ہیں۔"

نخست وزیر نے دخل دیتے ہوئے کہا "مجھے تمہاری یہ "روغنی عہد" والی ترکیب بہت پسند آئی اور واقعی یہ دور "روغنی دور" ہی ہے اور ہم اس میں اللہ کے فضل سے کافی امیر ہیں۔" میں شکر گزار ہوا اور کہا "ہمیں چاہیئے کہ ہم اپنے سارے انسانی اور غیر انسانی ذرائع ایک ہی نقطہ پر مرکوز و مجتمع کرلیں اور اپنا ایک الگ بلاک بنائیں، ایک متحد اور مضبوط بلاک ——— مراکش سے انڈونیشیا تک پھیلا ہوا آہنی قلعہ جو ناقابل شکست ہو اور جس کی تسخیر ناممکن ہو! یہ ایک ایسی "دفاعی لائن" بن جائے کہ کسی کو عالم اسلام کی جانب آنکھ اٹھانے کی جرأت نہ ہو سکے۔ کیا ابھی وقت نہیں آیا کہ ہم پھر ایک مرتبہ "واعتصموا" پر عمل پیرا ہو کر دنیا کو مجبور کر دیں کہ وہ مسلمانوں کے متعلق اپنے خیالات واعمال میں تبدیلیاں کرے۔"

میں نے ایران کے وزیر اعظم آقائے مصدق سے کہا "میں اپنی یہ مسرت چھپا نہیں سکتا کہ میں اس وضاحت سے اور کھلے ہوئے الفاظ میں اسلامی بلاک

کا ذکر اس مملکت کے نخست وزیر کے سامنے کر رہا ہوں جس مملکت کے دارالسلطنت کو یہ فخر حاصل ہے کہ وہاں اسی تخیل کا ایک ہلکا سا خاکہ "میثاق[1] سعد آباد" کے نام سے ۱۹۳۷ء میں پیش ہو چکا ہے۔ وقت آگیا ہے اور زمانہ آواز دے رہا ہے کہ ہم اس مبہم سے خاکے میں رنگ بھریں اور اس کو ایک صحیح اور عملی شکل دیں۔ خواہ وہ رنگ خونِ جگر ہی سے کیوں نہ بھرنا پڑے۔"

آقائے ڈاکٹر مصدق بڑے انہماک اور توجہ سے میری گفتگو سماعت فرما رہے تھے۔ اور انھوں نے فرمایا:-

"درست! ہمیں اپنا جائزہ لینا چاہیے۔ ہمیں اپنے مسائل پر سنجیدگی سے غور کرنا چاہیے اور ہمیں خود اپنے لئے ایک دوسرے سے قریب آنا چاہیے — لیکن ہمارا ہر قدم عملی ہونا چاہیے، میرے خیال میں ہمیں سب سے پہلے مشرق وسطیٰ کے ان ملکوں کو جنکی سرحدیں مل رہی ہیں ایک دوسرے سے قریب کرنا چاہیے اور پھر آہستہ آہستہ دنیا کے اس آخری سرے تک جہاں تک مسلمان بستے ہیں خود کو پھیلا دینا چاہیے۔ اور ہمارا یہ باہمی اتحاد ان ملکوں پر بھی اثر انداز ہوگا جو اب تک غلامی کی زنجیروں میں جکڑے ہوئے ہیں اور جو شہنشاہیت اور استعماریت کی آہنی زنجیروں کو توڑ ڈالنے کے لئے تڑپ رہے ہیں۔ اور جن کی خانہ زنجیر سے المدد و الغیاث کی صدائیں بلند ہیں!"

۱؎ ۸ جولائی ۳۷ء کو ایران، افغانستان، عراق اور ترکی کے درمیان قصر سعد آباد (تہران) میں ایک باہمی امدادی میثاق ہوا تھا جو میثاق سعد آباد کے نام سے مشہور و معروف ہے

میں نے عرض کیا "آپ کی تجویز بڑی موثر اور معقول ہے اور قابل عمل بھی واقعی اتحادِ عالم اسلام کوئی پکا ہوا پھل نہیں ہے کہ ہم ہاتھ بڑھا کر توڑ لیں، کوئی رکھی ہوئی شے نہیں ہے کہ لپک کر اٹھا لیں ہمیں اس کے لئے ذرائع ڈھونڈنے پڑیں گے اور اس کے لئے مسلسل سعی وجہد کرنی پڑے گی۔ اس کے حصول کے اور آپس میں رابطہ و یگانگت پیدا کرنے کے مختلف ذرائع ہیں مثلاً ثقافتی اور علمی قربت باہمی تجارتی معاہدے —— اگر برطانوی کامن ویلتھ کے بعید ترین گوشوں میں پھیلے ہوئے ممالک اپنے باہمی اقتصادی مفاد کے پیش نظر "معاہدۂ اوٹاوا" کے نام سے تجارتی معاہدہ کر سکتے ہیں تو کوئی وجہ نہیں کہ اسلامی ممالک جن میں بہت زیادہ یگانگت و مماثلت ہے تو وہ کوئی معاہدہ تہران، انقرہ، قاہرہ یا کراچی کے نام سے نہ کر سکیں اور اس طرح ایک بین الملی تجارتی نظام میں خود کو منظم کر کے ایک دوسرے کے معاشی استحکام اور مفاد کا باعث نہ بنیں۔"

آقائے ڈاکٹر مصدق نے فرمایا "خوب —— بہت خوب۔ لیکن دنیا تیزی سے آگے بڑھ رہی ہے، ہمیں صرف تجارتی و ثقافتی معاہدات پر اب اکتفا نہ کرنا چاہیئے کہ وقت کی "قدریں" بڑھ گئی ہیں اور دنیا کی رفتار میں "برقی سرعت" پیدا ہو چکی ہے —— ہمیں اس سے زیادہ گہرے باہمی معاہدات کرنے چاہیئں۔ جن کی "بندشیں زیادہ مضبوط اور زیادہ استوار" ہوں۔

میں نے عرض کیا۔ "گہرے معاہدات اور "مضبوط بندشوں" سے کیا آپ کا اشارہ 'باہمی دفاعی معاہدات' کی طرف ہے؟" اس پر آقائے وزیر اعظم ایران بستر سے اٹھ سے گئے اور تقریباً بیٹھ گئے۔ "ہاں ہاں کیوں

نہیں!" اور پھر پیشاق سعد آباد کا ذکر کرتے ہوئے اُنھوں نے فرمایا" اس کی حیثیت ابجد کی سی تھی، وہ صرف ایک مبہم سا دھندلا خاکہ تھا، اب ہمیں "مغز" کی طرف آجانا چاہئے اور اپنے اتحاد کو پر مضبوط اور موثر بنانا چاہئے" اب میں نے علامہ اقبالؒ کے فارسی کلام کا ایک سٹ پیش کرتے ہوئے کہا:۔

"بیدار شدہ عالم اسلام کی روح ان میں بند ہے"

آقائے مصدق نے کتابیں لیتے ہوئے فرمایا" ہاں اقبال ہمارا بھی اتنا ہی ہے، جتنا آپ کا" اس کے بعد میں نے اپنی کتاب "کشمیر پکار رہا ہے" کا ایک نسخہ یہ کہتے ہوئے حاضر کیا۔

"کشمیر سارے انصاف پسند لوگوں کو پکار رہا ہے، کشمیر ڈاکٹر مصدق کو پکار رہا ہے، ایران کے لوگوں کو پکار رہا ہے سارے عالم اسلام کو پکار رہا ہے، یہ پکار انصاف کی پکار ہے"

کتاب کو سینے سے لگاتے ہوئے آقائے ڈاکٹر محمد مصدق نے بڑے مشفقانہ انداز میں فرمایا۔" انشاء اللہ اس "پکار" کو میں ہمیشہ ہمیشہ عزیز رکھوں گا۔"

آخر میں اُنھوں نے اُٹھتے ہوئے کہا" میری طرف سے اور میری حکومت کی طرف سے اور باشندگان ایران کی طرف سے پاکستان اور پاکستانیوں کو برادرانہ سلام پہنچا کر ممنون کیجئے گا"

یہ ملاقات ڈیڑھ گھنٹہ تک رہی، اور وزیر اعظم ایران بڑے انہماک اور توجہ سے میری گفتگو سماعت فرماتے رہے۔ وہ بڑے مشفقانہ انداز میں جوابات دیتے رہے، اور اگر میں غلطی نہیں کرتا تو یہ درست ہے کہ ایران کسی ایسی سلک میں منسلک

ہونے کیلئے بالکل تیار ہے جو عالم اسلام کو آپس میں مرطوط کرتی ہو! ہیں نے محسوس کیا کہ ایرانی حکومت اپنی ہم ملت حکومت پاکستان سے اپنی بہت سی توقعات وابستہ کئے ہوئے ہے وہ چاہتی ہے کہ حکومت پاکستان اور باشندگان پاکستان قضیۂ نفت ہی میں نہیں بلکہ اور مسائل میں بھی اس کی زیادہ سے زیادہ عملی ہمدردی کریں۔ پاکستان (جیسا کہ حکومت اعلان کر چکی ہے) ایک اسلامی مملکت ہے جس کا بنیادی دستور (وہ جب بھی بنے) بہرحال اسلامی ہوگا۔ پھر صرف ایران ہی نہیں بلکہ دنیا میں پھیلے ہوئے مسلمانوں کو (خواہ وہ کسی نسل و خطہ سے متعلق ہوں) پاکستان اور حکومت پاکستان سے پشت پناہی اور امداد کی توقعات رکھنا ان کا جائز حق ہے جس سے ان کو کوئی طاقت نہیں روک سکتی۔ اور حکومت پاکستان کا "دستوری فریضہ" ہو جاتا ہے کہ بہ قدر ظرف و امکان ان کو ان کی توقعات میں مایوس نہ ہونے دے۔ صرف اینگلو امریکن بلاک کو خوش رکھنے کے لئے اگر حکومت پاکستان اپنے ملی اور "دستوری فرائض" اور "برادرانہ تعلقات" سے پہلوتہی کی کوئی ہلکی سی سعی کرے تو بلا تکلف کہا جا سکتا ہے کہ وہ "مجرم" ہے!

اور خدا کا شکر ہے کہ حکومت پاکستان بہ قدر ظرف و امکان بہت کچھ کر رہی ہے، اور صرف اس لئے حکومت کو الزام نہیں دیا جا سکتا کہ حکومت حالات کا جائزہ لے کر اپنا قدم اٹھاتی ہے اور اتنا نہیں کرتی جتنا ہم چاہتے ہیں! خواہشات اور امکانات میں ہمیشہ کافی فاصلہ رہا ہے!

ہمیں پاکستان سے بڑی امیدیں ہیں اور یقین ہے کہ پاکستان کا کوئی فرد (جو برسر اقتدار ہو یا آئے) کبھی اپنے خدا کو دھوکا دینے کی جرأت نہ کرے گا۔

میں نائب وزیر اعظم ڈاکٹر حسین فاطمی سے بھی ملا — ان سے وزیر اعظم کے یہاں بھی ملاقات ہو چکی تھی۔ نائب وزیر اعظم سے انھیں مسائل پر (جن پر وزیر اعظم سے گفتگو ہوئی تھی) گفتگو رہی، ڈاکٹر صاحب موصوف آقائے ڈاکٹر محمد مصدق کے دست و بازو ہیں اور ایران کی سیاسیات میں کافی درک اور سیاسیین پر کافی اثر رکھتے ہیں۔

ارباب اقتدار میں وزیر خارجہ ایران سے بھی بڑی اہم اور تفصیلی ملاقات اور گفتگو رہی۔ وزیر خارجہ آقائے باقر کاظمی کی شخصیت بڑی دلچسپ ہے، آپ سے مسئلہ کشمیر، پاکستانی سرحدات پر بھارتی افواج کا اجتماع، حیدرآباد اور جوناگڈھ پر بھارت کا ناجائز قبضہ اور مسلمانوں پر ظلم و جور، پاکستان و افغانستان کے تعلقات مسئلہ نہر سویز اور قضیۂ نفت ایران اور اسرائیلی حکومت سب ہی زیر بحث آئے۔ اور میں ممنون ہوں کہ وزیر خارجہ ایران نے بڑی توجہ سے میری گزارشات پر غور فرمایا اور پورے درد و خلوص سے عالم اسلام کا جائزہ لیا اور سارے مسائل پر انتہائی سنجیدہ انداز میں روشنی ڈالی۔ ہم نے دنیائے اسلام کے اتحاد کے مختلف پہلوؤں پر تبادلہ خیالات کیا۔ آقائے کاظمی نے مجھ سے اس مسئلہ پر بالکلیہ اتفاق فرمایا کہ "ہماری فلاح و بہبود ہمارے اپنے ہاتھوں میں ہے نہ کہ کسی دوسرے بلاک (وہ اینگلو امریکن ہو یا روس) میں مدغم ہو جانے میں اور یہ کہ ہم مضبوط اسی وقت ہو سکتے ہیں جب "جسد ملت" کے مختلف اعضا اپنی جگہ پر مضبوط و توانا ہوں لہٰذا ہمیں بیک وقت "مقامی استحکام" اور "ملت اسلامیہ" کے بکھرے ہوئے حصوں کو مربوط و مستحکم کرنا ہوگا۔

حلقہ وزراء میں دو اور ملاقاتیں قابل ذکر ہیں جو کافی اہم تھیں۔ وزیر داخلہ آقائے

علائی اور وزیر تعلیم ڈاکٹر کریم سنجابی۔

آقائے علائی سے ملک کے اندرونی نظم ونسق نیز نظام مملکت پر بڑی معلومات افزا باتیں رہیں۔

میں نے ان سے پاکستان کے موجودہ نظام اور متوقع نظام کے متعلق گفتگو کی اور قرار دار مقاصد پر روشنی ڈالی، ایران پاکستان اور عالم اسلام کے باہمی تعلقات پر بھی آپ سے بڑی اچھی گفتگو رہی۔ اور ان سے ایرانی نظام سلطنت کے سمجھنے میں بڑی مدد ملی۔

وزیر تعلیم ڈاکٹر سنجابی سے ثقافتی بنیادوں پر عالم اسلام کے ربط وقربت پر بڑی تفصیلی گفتگو رہی ـــ کہ ہمارا مذہب ہی باہمی اتحاد و یگانگت کی وجہ نہیں بلکہ ہماری بنیادی ثقافت و تمدن" بھی ہم کو آپس میں ملاتے ہیں۔

پاکستان وایران ہوں یا عراق ومصر، شام ولبنان ہوں یا مراکش ولیبیا ہر جگہ کا مسلمان "اپنی ثقافت" میں کسی نہ کسی بنیادی نقطہ پر آج بھی ہم رنگ اور ایک ہی ہے! اپنے ہر "بعد واختلاف" (جو صرف نظری ہے) کے باوجود ہمارا تمدن اور ہماری ثقافت ایک ہی آفتاب کی شعاعیں ہیں جو دنیا کے مختلف گوشوں پر پڑ رہی ہیں۔ مقام کی تبدیلی ہر چند کہ اثر انداز ہوئی لیکن شعاعیں اپنی اصل کو فراموش نہیں کر سکیں!

میں نے عزت مآب ڈاکٹر سنجابی کی خدمت میں ثقافتی اتحاد کی چند صورتیں پیش کیں جن کو آقائے ڈاکٹر سنجابی نے بے حد پسند فرمایا۔ مثلاً اسلامی ممالک کے مابین طلبا واساتذہ کا تبادلہ، وظائف اور امدادی عطیات، بین الملی بنیادوں پر مختلف مقامات پر علمی تحقیقاتی اداروں کا قیام، علوم وفنون کو عام کرنے کے لئے Foundations



وزیر خارجہ ایران ڈاکٹر باقر کاظمی اور مصنف

اور Endowments کا قیام ثقافتی خیر سگالی وفود کے تبادلہ۔ نیز میں نے یہ درخواست بھی کی کہ ہر اسلامی ملک کی جامعات میں دوسرے اسلامی ملکوں کی "زبانوں کے شعبہ جات" کا قیام، اسی طرح یونیورسٹیوں میں "توسیعی تقریروں" کے ذریعے اسلامی تعلیم، اسلامی ثقافت اور اسلامی تاریخ و تمدن کو مقبول اور عام کرنے کی جدوجہد!

میں نے عرض کیا "یہ ہیں وہ مختلف ذرائع جن سے ہم عالم اسلام میں ذہنی ہم آہنگی اور فکری وحدت قائم کرنے میں کامیاب ہو سکتے ہیں اور اگر ایک بار یہ وحدت فکری قائم ہو جائے تو انشاء اللہ العزیز میدان عمل میں بھی ہم رنگی و ہم آہنگی پیدا کرنا دشوار نہ رہے گا۔"

ڈاکٹر سنجابی بڑی توجہ اور خلوص سے میری معروضات سنتے رہے اور اظہار پسندیدگی فرمایا — کہنے لگے:۔

"بے شک! اگر ہم نے علم و فکر کے میدانوں میں کامیابی حاصل کر لی تو انشاء اللہ عملی میدان بھی ہمارے ہاتھ میں ہو گا۔ اور کامیابیوں کامرانیوں سے ہمیں کوئی طاقت نہ روک سکے گی۔"

آپ نے مزید کہا "اگر مختلف اسلامی ممالک میں اس درجہ سیاسی اتحاد جتنا ہم چاہتے ہیں نہ ہو سکے — پھر بھی ثقافتی رابطے میں تو کوئی دشواری نہیں ہے کہ ہم اسے مربوط و مستحکم نہ کر سکیں اور اس طرح خود بخود دوسرے میدانوں میں بھی زیادہ سے زیادہ ایک دوسرے کے قریب آ جائیں گے۔"

آپ نے خیر سگالی وفود اور طلباء و اساتذہ کے تبادلہ کو ایک عملی اور ٹھوس تجویز قرار دیا اور فرمایا "ہم انشاء اللہ اسے زیادہ سے زیادہ کامیاب بنانے کی

سعی کریں گے ـــــ"

مختلف اسلامی ممالک کی "زبانوں" کے لئے شعبہ جات کے قیام سے متعلق آپ نے فرمایا کہ :-

"آپ کو یہ سُن کر خوشی ہوگی کہ ہم اس سلسلہ میں قدم اٹھا چکے ہیں اور دانش گاہ (جامعہ) ایران میں اردو کا "شعبہ" قائم کر دیا گیا ہے!"

آقائے ڈاکٹر کریم سے وزارت فرہنگ میں ملاقات ہوئی اس وقت آقائے ڈاکٹر تقی علی آبادا اور آقائے ڈاکٹر مہدی بیانی بھی موجود تھے!

ڈاکٹر تقی علی آبادی رئیس تعلیمات اور رئیس روابط فرہنگ ہیں اور ڈاکٹر مہدی بیانی کتاب خانہ ملی کے دبیر اعلیٰ ہیں!

کچھ اور ملاقاتیں!

ارباب اقتدار میں سے ذمہ دار افراد کے علاوہ میں نے اور بھی بہت سی شخصیتوں سے ملاقات کی جن میں سے چند کا ذکر ناگزیر ہے۔

سینٹ کے ممبر ظہیر الاسلام جو پاکستان کے ہمدردوں میں ایک بلند مقام رکھتے ہیں۔ آپ کا علمی مذاق اعلیٰ ہے اور ذہنی طور سے اسلامی غور و فکر کے شیدائی ہیں اور اس کے متمنی ہیں کہ یہ فکر و بصیرت عام ہو جائے اور سارا عالم اسلام اسی راہ پر گامزن ہو جائے آپ نے "قرار داد مقاصد" کو تاریخ اسلام میں ایک سنہرا باب اور عالم اسلام کے لئے ایک "سنگ میل" قرار دیا۔ اور پُر زور الفاظ میں کہا کہ اولین ضرورت اس کی ہے کہ ہم اپنے ذہن و فکر کو مسلمان کرلیں ـــ!

معدن نفت میں :-

ان دو ہفتوں میں جو میں نے ایران میں گزارے میری مصروفیات اتنی زیادہ رہیں کہ "عجائبات ایران" کی زیارتوں سے یکسر محروم رہ گیا۔ وہ آثار و مصارہ جو آج بھی طلسماتی کشش رکھتے ہیں اور جو آج بھی سحر حلال بن کر قلوب کو مسحور کر رہے ہیں، میں اپنی شدید تمناؤں کے باوجود ان تک نہ پہنچ سکا۔ جب نئی تاریخ تصنیف ہو رہی ہو تو تاریخ ماضی کا مطالعہ کرنے کی فرصت کہاں؟ اور کیوں کر ملے؟

اور آج ملت اسلامیہ ایک ایسے ہی دور سے گزر رہی ہے —— شط العرب کے کنارے ابادان میں ملت اسلامیہ ایران جہد حیات اور کش مکش زندگی میں مبتلا ہے، میں تخت جمشید اور اصفہان نصف جہان کی طرف رُخ کرنے کے بجائے تہران سے ابادان کی سمت اڑا۔ ! ایرانین ایرویز کا طیارہ فرودگاہ ابادان پر اترا تو —— !

قہرمان[1] نفت ایران آقائے حسین مکی نائب وزیر مال آقائے محمد حسیبی کے ساتھ پئے "استقبال و تقدیم" فرودگاہ پر موجود تھے۔

پھر اتنا ہی نہیں بلکہ بہ اصرار شدید اور بہ جبر محبت اپنا مہمان بنایا۔ !

سوچتا ہوں شکریہ کیوں کر ادا کروں کہ ابھی تک وہ الفاظ "ایجاد" نہیں ہوئے جو دل کی دھڑکنوں کو پوری طرح نمایاں کر سکیں۔

مجلس کے اراکین میں بہتوں سے شرف نیاز حاصل ہوا لیکن آقائے حسین مکی کا ذکر ضروری بھی ہے اور اہم بھی —— اس لئے نہیں کہ وہ میرے میزبان تھے بلکہ اس لئے کہ نفت کو قومی بنانے میں ڈاکٹر مصدق کے بعد سب سے بڑا حصہ

---

[1] ہیرو

ان ہی کا ہے، "نفت ایران ملی" کی تاریخ سے آقائے حسین مکی کو کبھی الگ نہیں کیا جاسکتا — اور یہ بے وجہ نہیں ہے جو ملت ایرانیہ آج آقائے حسین مکی کو قہرمان نفت کے لقب سے یاد کرتی ہے۔ "آئیل کمیشن" کے سکریٹری، تحریک "آئیل نیشنلائزیشن" کی روح رواں آقائے حسین مکی "نیشنل فرنٹ" (ڈاکٹر مصدق کی پارٹی) کے رکن ہیں، ڈاکٹر مصدق کے معتمد علیہ اور دست راست ہیں نفت ایران کو قومی بنانے میں آقائے حسین مکی نے جس جرأت رندانہ سے کام لیا وہ ایران میں اپنی مثال آپ ہی ہے۔ پارلیمان کے اندر اور بیرون پارلیمان انھوں نے قوم کے دل ودماغ پر اس تحریک کو اس انداز سے بٹھایا ہے کہ وہ آج "ایرانیت" کا ایک عظیم بن گئی ہے صرف یہ آہنی انسان ہے جس نے ڈاکٹر مصدق کی اس قومی تحریک (روغن نفت کو قومی بنانے) کو ایک عوامی تحریک بنادیا۔ آج کے بیدار ایران کے ہر دلعزیز قائد کی حیثیت سے یہ عوام اور خواص دونوں میں مقبول ہیں۔ آج سارا آبادان ان کے زیر نگرانی ہے اور انھوں نے انگریزوں کے آخری آدمی تک کو ایک ایک کرکے آبادان سے نکال باہر کیا۔ حسین مکی کی مقبولیت، عظمت اور ہر دلعزیزی کا اندازہ صرف وہی لوگ کر سکتے ہیں جو میری طرح آبادان گئے ہوں۔ چالیس سال کے لگ بھگ عمر، بلند وبالا قامت، تندرست جسم، گندمی سا رنگ، ایک پُرعظمت دل ودماغ کا مالک — قہرمان نفت! ایران کی سیاست کا ایک نشان ہے، زندہ وپائندہ!

آبادان، دریائے شط العرب کے مشرقی کنارے پر آباد ہے، دنیا میں نفت کا سب سے بڑا کارخانہ جہاں ستر ہزار آدمی کام کرتے ہیں۔ جن میں چار ہزار سے کچھ اوپر انگریز تھے! تمام کلیدی عہدے انگریزوں کے قبضہ میں تھے۔



اباداں کے ہوائی اڈہ پر قہرمان نفت ایران آقائی حسین مکی
اورآقائی حسیبی (نائب وزیر مال) مصنف کو خوش آمدید کہ رہے ہیں

کارخانے کے لئے حقیقتاً "گنتی کے چند ماہرین" کی ضرورت تھی۔ لیکن کمپنی نے اتنی بڑی تعداد "درآمد" کر کے نہ صرف یہ کہ ایرانیوں پر ایک معاشی بوجھ ڈال دیا تھا اور انگریزوں کی "ناجائز سرپرستی کر کے ایرانیوں کے جائز حقوق پامال کرتی رہی بلکہ اس طرح کمپنی نے ایرانی حکومت کے سامنے ایک ایسا پردہ لٹکا رکھا تھا جس کے پیچھے وہ حساب و کتاب "میں بے انتہا بے ایمانیاں کر رہی تھی۔ چنانچہ حکومت ایران ایک کثیر رقم سے محروم رہ جاتی تھی۔ حالانکہ یہ رقم انگریزوں کے غیر منصفانہ جبری معاہدے کی رو سے بھی واجب الادا ہوتی تھی۔

خدا کا شکر ہے کہ اب ابادان میں انگریز باقی نہیں رہے! اینگلو ایرانی آئیل کمپنی کا دفتر اب "دفتر نفت ایرانی ملی" ہے۔ اینگلو ایرانین کمپنی کی جگہ مجلس اور سینٹ کے ایک مشترکہ "آئیل کمیشن" نے لے لی ہے جو ایک امین کی طرح تا تصفیہ ذمہ دارانہ نگرانی کرتا رہے گا۔

ایک بورڈ تشکیل دیا گیا ہے جو کارخانہ کا نظم و نسق چلا رہا ہے اور سارا کاروبار سنبھالے ہوئے ہے۔

ابادان میں بورڈ کے تمام ممبروں سے ملاقاتیں ہوئیں — حکومت ایران نے نفت کو قومی بنانے اور کارخانہ پر قبضہ کرنے کے باوجود اپنی وسعت قلبی کا ثبوت دیتے ہوئے یہ اعلان کر دیا کہ

"تیل کی فروخت میں حق اولیت ان خریداروں کو دیا جائے گا جو سابقہ کمپنی کے خریدار تھے [۱]"

---

[۱] تہران کی اطلاع مورخہ ۸ دسمبر مظہر ہے کہ آخر یہ انتظار کب تک —؟

اینگلو ایرانین کمپنی والے بہت دنوں سے کوشش کر رہے تھے کہ کمپنی میں کام کرنے والے ہندوستانی و پاکستانی ملازمین واپس چلے جائیں۔ چنانچہ ترغیب و ترہیب کے علاوہ انھیں کرایہ دے دے کر واپس کرنے کا کام بڑے زوروں سے جاری تھا تاکہ کارخانہ بند ہو جائے میرے آبادان پہنچنے پر پاکستانی ملازمین مقیم آبادان نے ایک جلسہ عام کیا جہاں تقریباً سارے پاکستانی موجود تھے۔ میں نے تقریر کرتے ہوئے ان سے گزارش کی :-

"حکومت پاکستان اور خصوصاً وزیر اعظم پاکستان نے وضاحت کے ساتھ کہہ دیا ہے کہ پاکستان بالکلیہ ایران کے ساتھ ہے، لہذا پاکستانی کی حیثیت سے آپ کی قومی وفاداری کا تقاضہ یہ ہے کہ آپ ایسے میں انگریزوں کے ہاتھ میں نہ کھیلیں اور ایرانیوں کے دوش بدوش ان کی اس اقتصادی جنگ آزادی میں ان کا ہاتھ بٹائیں۔

موتمر کے سکریٹری کی حیثیت سے ملت کے نام پر میں نے ان سے اپیل کی کہ :-

"ان کی ملی خودداری اور غیرت کا بھی یہی تقاضا ہے کہ اس "لڑائی" میں وہ ایرانیوں کے ہاتھ میں ہاتھ دیئے ہوئے آگے بڑھیں اور ملت

بقیہ نوٹ صـ ۵۹

اگر تاریخ اعلان کے ایک ماہ بعد تک پرانے خریداروں نے خریداری کے لئے قدم نہ بڑھایا تو حکومت ایران آزاد ہو گی جو خریدار بھی ان سے تیل طلب کرے اس کو دے دے!

اسلامیہ کے دشمنوں کے پنجۂ جبر و ظلم سے خواہ وہ اقتصادی شکل ہی
میں ہو، نجات حاصل کرنے میں ان کی پوری پوری مدد کریں۔ انگریز
نہ پاکستانیوں کا دوست نہ ایرانیوں کا ـــــ انگریز ملت اسلامیہ کا
پرانا اور دیرینہ حریف ہے۔ وہ کہیں کشمیر کا جھگڑا ڈال کر چلا گیا، کہیں
قضیۂ سوئز میں پاؤں اٹکائے ہوئے ہے ـــــ اس نے ایران میں
نفت پر انتہائی خود غرضی سے قبضہ جما رکھا تھا۔ صحیح معنوں میں یہ
ہمارا اسلامی فریضہ ہے کہ ہم اپنے اس حریف کا کسی میدان میں ساتھ
نہ دیں اور اپنے بھائیوں کے ساتھ رہ کر عالم اسلامی دنیا کے حریفوں
کو شکست دیں۔"

انتہائی پُرجوش نعروں کے ساتھ "انجمن پاکستانی در کرس" کے صدر نے یقین
دلایا کہ:-

آبادان کا کوئی پاکستانی انشاء اللہ کوئی ایسی حرکت نہ کریگا جو پاکستان کے وقار
کو مجروح یا پاکستان کے لئے ننگ و عار کا باعث ہو اور نہ وہ کوئی ایسا قدم اٹھائیں گے
جو ملت ایرانیہ کے حق میں مضر ہو۔!"

آقائے حسین کی کو جب ان حالات کا علم ہوا تو فرط مسرت سے اُٹھ کر کھڑے
ہو گئے اور کہنے لگے۔

"میرے بھائی! مجھے آپ کی ملی ہمدردی سے یہی امید تھی کہ آپ
پاکستانیوں کو ایسی ہی ہدایات دیں گے۔ لیکن چونکہ یہ پاکستانیوں
کا معاملہ تھا اس لئے میں نے مناسب نہ سمجھا کہ اپنے طور پر اپنے

کسی انداز سے جلسہ کے قبل آپ کو متاثر کروں۔

اُنھوں نے مزید فرمایا:۔

آپ نے اپنا حق ادا کر دیا، اب مجھ سے سنئے، آپ میری جانب سے اور میری ہی جانب سے آئیل کمیشن کی جانب سے اور پوری ملت ایران کی طرف سے پاکستانی ورکرس کو یقین دلا دیجئے کہ ہم انھیں غیر نہیں سمجھتے ان کو وہ ساری مراعات حاصل ہوں گی جو ایرانی ورکرس کو حاصل ہیں بلکہ اس سے بھی سوا ——!

آقائے حسین مکی نے مجھے ساحل پر لے جا کر شط العرب میں کھڑے ہوئے برطانوی بحری جہاز دکھلائے اور کہا:۔

"یہ ہمارے ڈرانے کے لئے آئے ہیں لیکن ہم اس دور سے گذر چکے ہیں اور اب یہ حربے کارگر نہ ہوں گے!"

میں نے دیکھا دو بحری جنگی جہاز دریا میں کھڑے اپنی پوری استعمارانہ شان سے سینۂ آب پر پڑے جھول رہے تھے! —— لیکن اس کے باوجود میں نے ابادان میں کسی ایرانی کے چہرے پر خوف وہراس کا کوئی اثر نہ پایا۔ یقیناً آقائے حسین مکی نے سچ کہا تھا کہ:۔

"ایرانی اس (ڈرنے کے) دور سے گذر چکے ہیں —— اور اب یہ حربے کارگر نہ ہوں گے۔"

علمائے کرام سے نیاز :-

مدتوں سے ایران پر مذہبی رہنماؤں اور علمائے کرام کا بہت کافی اثر رہا ہے لیکن رضا شاہ اول نے اپنی پوری قوت سے علماء کے اس اقتدار کو ختم کر دینا چاہا اور بڑی حد تک کامیابی بھی حاصل کرلی۔ لیکن ان کے بعد یہ طبقہ پھر آہستہ آہستہ اپنی منزل کی طرف گامزن ہے اور کافی حد تک پھر ایران کو اپنے اثر میں لے چکا ہے!

ایران میں علمائے کرام کے تین مدارج ہیں۔

۱۔ واعظین۔ یہ پہلے درجہ والے ہیں۔

۲۔ حجتہ الاسلام۔ ان کا درجہ واعظین کرام سے بلند ہوتا ہے اور مقام اجتہاد پر فائز ہوتے ہیں۔

۳۔ آیت اللہ۔ مجتہدین سے زیادہ بلند اور ان پر فائق ہوتے ہیں۔

جو علمائے کرام آیت اللہ کے درجے پر فائز ہوتے ہیں ان میں سب سے بزرگ صاحب علم وفضل اور سب سے عظیم و برتر ہستی کو نائب امام کا منصب حاصل ہوتا ہے ان بزرگ کو دنیائے تشیع کا شیخ الاسلام سمجھنا چاہیئے۔

عقیدہ اہل تشیع کی رو سے سیدنا امام دوآزدہم غائب ہیں لہٰذا دنیائے تشیع کا سب سے برتر آدمی ان کی نیابت کرتا ہے۔

علمائے کرام میں بہت سے نامور حجتہ اسلام بزرگوں سے تبادلہ خیال کرنے کا شرف مجھے حاصل ہوا ان میں سب سے دلچسپ شخصیت اور متاثر کن ہستی ڈاکٹر سید حسن امامی پی ایچ ڈی کی تھی۔ ڈاکٹر صاحب علوم دینی کے علاوہ علوم جدیدہ میں

بھی بڑی دستگاہ رکھتے ہیں، وہاں کی جامع مسجد کے امام ہیں، اگر علمائے کرام حجتہ الاسلام ڈاکٹر سید حسن امامی کی طرح علوم جدیدہ کی طرف بھی توجہ فرمائیں تو مجھے یقین ہے کہ وہ بُعد ——— جو آج جوانوں کو مذہب سے ہے قرب و اتصال میں تبدیل ہو جائے - اور علمائے کرام دین و دنیا کو ہم آہنگ بنا کر قوم کی صحیح رہنمائی کر سکیں گے -

"آیات اللہ" حضرات کرام میں سے حضرت آیت اللہ بہبہانی، حضرت آیت اللہ فلسفاری، حضرت آیت اللہ صدر، حضرت آیت اللہ کاشانی اور سرتاج علماء حضرت آیت اللہ بروجردی سے نیاز کا شرف اس نیاز مند کو حاصل ہوا -

ان بزرگوں نے جس خلوص و محبت سے پاکستان کے حالات پوچھے اور جس انداز پر یہاں کے مسائل سے متعلق سوالات کئے اور پاکستان کی فیروزمندی اور اقبال مندی کے لئے خلوص سے دعائیں دیں وہ ہمیشہ میرے دل پر نقش رہیں گی -

ان بزرگ علمائے کرام میں سے تقریباً ہر ایک نے پاکستان کے ساتھ ساتھ اپنے کشمیری بھائیوں کا حال بھی پوچھا - !

حضرت آیت اللہ صدر سے بڑی دلچسپ گفتگو رہی، پاکستان کے متعلق میں نے عرض کیا کہ یہ "مملکت خالص اسلام کی بنیادوں پر قائم ہوئی ہے اور اس کا مطمح نظر خدمت ملت اسلامیان عالم ہے":

عرض کیا "اللہ سے دعا ہے اور آپ حضرات سے گزارش کہ دعا فرمائیں :-

اللہ ہمیں اس کی توفیق دے اس کا اہل بنائے اور اس کی لیاقت عطا فرمائے"

علامہ ممدوح نے مسکراتے ہوئے فرمایا،-

"میرے چھوٹے اور نوجوان بھائی! اللہ نے تو تمھیں لیاقت[1] دے رکھا ہے۔ لیاقت جیسی لیاقت تو تمھارے پاس موجود ہی ہے — اور تم نے دعاؤں کا ذکر کیا پاکستان کے لئے، ہمارا رواں رواں پاکستان کی ترقی و فلاح کے لئے دعاگو ہے"

بھلا وہ کون ہوگا جو حضرت آیت اللہ کاشانی سے واقف نہ ہو —؟

حضرت آیت اللہ الحاج سید ابوالقاسم کاشانی — کاشان کے رہنے والے آیت اللہ کاشانی کے نام سے معروف جہاں جس طرح علمائے کرام میں مقبول رہنما اسی طرح میدان سیاست میں محبوب قائد، عالم باعمل عمر ستر سے زائد قد کسی قدر پست چہرے سے علم و فضل کی صولت آشکار، ایک ہاتھ میں قرآن کریم دوسرے میں شمشیر عظیم ساری عمر انگریزوں سے جنگ و مبارزت میں گذری۔ قید و بند کی صعوبتیں اٹھائیں لیکن دم خم میں فرق نہ آیا۔ آپ سے ایک سے زیادہ مرتبہ نیاز حاصل ہوا۔ پہلی ملاقات میں پاکستان کے چھپے ہوئے کلام پاک کا ایک نسخہ یہ کہتے ہوئے پیش کیا:-

"یہ ہے وہ "رسی" جو عالم اسلامی کو باندھے ہوئے ہے اور ظاہر ہے آپ جیسے عالم باعمل کے لئے ہیں پاکستان سے اس سے

---

[1] اس وقت کسے معلوم تھا کہ اللہ ہم سے لیاقت کو چھین رہا ہے! ہر چند کہ مجال شکوہ نہیں لیکن

"شکوہ آتا ہے اگر لب پہ تو مجبور ہیں ہم"

بہتر تحفہ نہیں لا سکتا تھا"

قرآن پاک بڑے احترام سے لیا بوسہ دیا آنکھوں سے لگایا اور سینے سے چمٹاتے ہوئے فرمایا:۔

"بے شک اس سے قیمتی تحفہ تم نہیں لا سکتے تھے"

میں نے موتمر کی کارگذاریاں اور اس کے اغراض و مقاصد گوش گذار کئے اور وضاحت سے ان کی یہ غلط فہمی دور کی کہ موتمر کوئی پاکستانی ادارہ ہے، یقیناً یہ ایک بڑی غلط فہمی تھی اور شائد موتمر کے لئے مضر بھی لیکن خدا کا شکر ہے کہ رفع ہو گئی میں نے گزارش کی

یہ صحیح ہے کہ اس کا افتتاح پاکستان میں ہوا اور درست کہ اس کا مرکزی دفتر کراچی میں ہے لیکن یہ ایک عالمی ادارہ ہے، اسلامی ہے اور عوامی۔ اس کی شاخیں مختلف ممالک میں پھیلی ہوئی ہیں"

اور پھر موتمر سے متعلق پوری تفصیلات عرض کیں، حضرت آیت اللہ نے ارشاد فرمایا:۔

وہ خود ایک مستقل عالمی اسلامی ادارے کی تشکیل سے متعلق بڑی شدت سے غور کر رہے ہیں اور اس سلسلہ میں مختلف جگہ کے لوگوں سے خط و کتابت کر رہے ہیں چنانچہ علمائے عراق نے اس تحریک کی پوری پوری تائید کا وعدہ بھی فرمالیا ہے"

میں نے گزارش کی:۔

"موتمرِ عالم اسلامی کی شکل میں ایک مستقل عالمی ادارہ موجود ہے لہٰذا

ایک ہی مقصد کے لئے دو اداروں کا قیام نہ صرف یہ کہ نامناسب ہوگا بلکہ اختلاف و افتراق کا سبب بن جائے گا"

میں نے کہا:۔

ہم تین سال سے اس ادارے کو چلا رہے ہیں اور مجھے افسوس کے ساتھ اعتراف کرنے دیجئے کہ ہمارے ہاں اس قدر قحط الرجال ہے اور ایسے میں جہان اسلام میں جو تھوڑے بہت کارکن ہیں اگر وہ بھی بٹ گئے تو یہ اور بھی تکلیف کا باعث ہوگا اور اتحاد و اتفاق کی بجائے افتراق و انشقاق کا سبب بن جائے گا ــــ نفاق کی خلیجیں پیدا ہونے سے ہم جو کچھ تھوڑا بہت کر پا رہے ہیں اس سے بھی محروم ہو جائیں گے۔

کتنا بھیانک ہوگا وہ وقت جب اتحاد کے نام پر اتحاد کے نام لیوا خود کو تقسیم کر رہے ہوں گے۔ اور کس قدر غم افزا اور اندوہ ناک ہوگا وہ دن جس دن مسلمان خود کو ایک دوسرے سے توڑ رہے ہوں گے!

میں نے مزید عرض کیا:۔

موتمر اتنا ہی آپ کا بھی ادارہ ہے جتنا کسی اور مسلمان کا اسے اپنائیے اور اس میں شامل ہو کر اپنے نیک اور مفید مشوروں سے اسے نوازیئے اور آگے بڑھائیے۔

میں نے انہیں خبر دی کہ:۔

ایران میں موتمر کی شاخ کی تنظیم کی جدوجہد جاری ہے اور اس سلسلہ میں ایک ہنگامی کمیٹی بن چکی ہے جس کے کنوینر خود اُن کے دوست اور ایران کے اچھے قومی کارکن آقائے سعیدی مقرر ہوئے ہیں۔

حضرت آیت اللہ کاشانی نے بڑی شفقت اور انتہائی خلوص سے فرمایا کہ :-

"تمھاری اس صاف صاف گفتگو سے بہت سے نئے گوشے میرے سامنے آئے ہیں اور انشاء اللہ میں ان پر پوری توجہ سے غور کروں گا۔"

آپ سے مسئلہ نفت ایران پر بھی بڑی تفصیلی گفتگو رہی، آپ نے ایران میں انگریزوں کی زیادتیوں، شازشوں اور ریشہ دوانیوں کا تذکرہ بڑی تفصیل سے کیا آپ نے عالم اسلام کا اور خصوصیت سے پاکستان کا شکریہ ادا کیا کہ انھوں نے ملت ایرانیہ کے ساتھ اپنی وابستگی اور سچی ہمدردی کا ثبوت دیا۔ آپ نے ارشاد فرمایا :-

"ہماری کامیابی کا انحصار جتنا ہمارے جوش وخروش اور استقلال پر مبنی ہے اتنا ہی عالم اسلام کی قوی اور پُرزور ہمدردیوں پر بھی ہے!"

پاکستان سے متعلق آپ بڑے بزرگانہ اور مشفقانہ انداز میں مختلف باتیں معلوم کرتے رہے آپ نے فرمایا :-

"ہم پاکستان کو دوسری مملکت سمجھتے ہی نہیں بلکہ اسے اپنا ہی

ایک جز سمجھتے ہیں اور اس کی ترقی دیکھ کر ہمیں ایک روحانی مسرت ہوتی ہے۔

میری ہی نہیں بلکہ پوری ملت ایرانیہ کی ہمدردی پاکستان کے ساتھ ہے اور ہماری دعا ہے کہ ہمارا یہ عزیز ہمسایہ پھلے پھولے اور دن دونی رات چوگنی ترقی کرے!"

آپ نے بتاکید مجھے حکم دیا کہ

"میری طرف سے تہنیت و تبریک کا پیغام میرے پاکستانی بھائیوں تک پہنچاؤ اور ان سے کہو کہ ہماری نیک تمنائیں دلی دعائیں اور علمی ہمدردیاں سب ان کے ساتھ ہیں۔"

بھارت و پاکستان کے تعلقات پر بڑی خاص گفتگو رہی — انگریزوں کی کینہ توزیوں، سازشوں اور اسلام دشمنیوں نے ایران ہی نہیں بلکہ پوری دنیا میں اپنا وہ بے حجابانہ مظاہرہ کیا ہے کہ آج حضرت کاشانی بھی انگریز کی فتنہ پردازیوں سے بڑی حد تک متاثر ہیں چنانچہ جب پاکستانی سرحدات پر بھارتی افواج کے اجتماع کا ذکر میں نے ان سے کیا تو حضرت علامہ کاشانی نے برجستہ فرمایا:۔

"اس معاملہ میں بھی بدمعاش انگریزوں کا ہاتھ ہے یہ ضرور اس کے پس پردہ موجود ہیں۔"

میں نے عرض کیا:۔

انگریزوں کی شرانگیزیوں اور ان کی مسلم دشمنیوں سے انکار مجھے بھی نہیں — لیکن جہاں تک ہمارے علم میں ہے "اجتماع افواج بھارت

برسرحدات پاک" بھارت کی اپنی شرارت اور مسلم دشمنی کا نتیجہ ہے"۔
اور پھر میں نے بڑی وضاحت اور تفصیل سے عرض کرتے ہوئے کہا۔
بھارت کو صرف زمین ہی کی حرص و جوع مجبور نہیں کر رہی ہے
بلکہ یہ ایک "فکری لڑائی" بھی ہے دو مختلف افکار کی جنگ!
یہ بھارت اور پاکستان کی چپقلش نہیں بلکہ کفر و اسلام کی جنگ ہے،
یہ بڑی پرانی جنگ ہے۔
جیسا کہ بھارت کے مختلف قائدین کے بیانات سے ظاہر ہے
کہ وہ اب تک بنیادی طور سے مذہبی بنیاد پر تقسیم کو مانتے ہی
نہیں۔ اور ہمیشہ سے کوشاں ہیں کہ پاکستان کو ختم کر دیں......"
حضرت آیت اللہ کاشانی نے درمیان ہی میں فرمایا:۔
"پنڈت نہرو (جواہر لال نہرو) تو اچھا آدمی ہے"
عرض کیا:۔
ذاتی طور سے ان کے اچھا ہونے سے کس کو انکار ہے لیکن فکری
طور سے وہ بھی ہماری فکر کے مقابل اسی شدت سے نبرد آزما ہیں
—— اور آج سے نہیں بلکہ کئی سال پہلے جب انھوں نے اپنی
آپ بیتی" لکھی تو اس میں انھوں نے اسلامی ثقافت کا ایسا مذاق اڑایا
جو غور و فکر اور توجہ کا محتاج ہے۔
انھوں نے لکھا (مفہوم عرض کرتا ہوں):۔
میری سمجھ میں نہیں آتا کہ اسلامی تہذیب کیا ہے؟

یہی ایک عدد داڑھی اور ایک ٹونٹی دار لوٹا! داڑھی اور ٹونٹی کے علاوہ ہندو مسلمان میں کوئی فرق نہیں!

پنڈت جی کی سمجھ میں کبھی نہ آسکے گا لیکن اسلامی ثقافت ہمیشہ اپنا ایک خاص مقام اور ایک مخصوص نظام رکھتی ہے!

پھر میں نے انھیں بڑی وضاحت سے بتایا کہ کس طریقہ سے بھارت نے جوناگڈھ پر۔ جو پاکستان میں شامل ہو چکا تھا۔ بزور شمشیر اپنا قبضہ کرلیا۔

حیدرآباد صرف اس گناہ پر مارا گیا کہ وہاں کی حکومت مسلمانوں کے ہاتھ میں تھی، حیدرآباد پر اس دوران میں حملہ کیا گیا کہ "معاہدہ جاریہ" کی معیاد باقی تھی اور کسی اُصول وقانون سے حکومت بھارت حیدرآباد پر حملہ نہ کرسکتی تھی۔ لیکن چونکہ حکمران مسلمان تھا اس لئے ہر معاہدہ شکنی جائز اور حلال قرار دے لی گئی! پھر حیدرآباد کے مسلمانوں پر جو مظالم ڈھائے گئے ان کو جس انداز میں لوٹا گیا۔ ان کی عورتوں اور لڑکیوں کے ساتھ جس "نوع کا برتاؤ" اور ان کی عصمتوں کے ساتھ جس قسم کا سلوک روا رکھا گیا اسے دیکھ کر ہلاکو اور چنگیز نے توبہ کی ہوگی ضحاک نے پناہ مانگی ہوگی فرعون وشداد نے شرم محسوس کی ہوگی۔

جو کچھ ہو چکا ہے "یقیناً" اپنے اندر میں جرأت نہیں پاتا کہ ان کی تفصیل بیان کرسکوں اور نہ کسی سننے والے کا دل اتنا سخت ہوسکتا ہے کہ وہ سن سکے! اور پھر میں نے کشمیر کے سلسلہ میں عرض کیا:۔

"جوناگڈھ اور حیدرآباد سے ہٹ کر بھارت نے انتہائی غیر قانونی طور پر کشمیر کے ہندو مہاراجہ کی "عرض الحاق" کو تسلیم کرلیا حالانکہ وہ

پاکستان کے ساتھ معاہدہ جاریہ کرچکا تھا اور اس عہد و میثاق کی جکڑ بند ہیں تھا۔

اور اب کہ جب غیر جانبدارانہ استصواب رائے عامہ کو بھارت و پاکستان دونوں نے تسلیم کرلیا ہے ــــ بھارت استصواب کی راہ میں ہزاروں روڑے اٹکا رہا ہے، بھارت اب ہزاروں غلط تاویلوں کے ذریعہ قضیہ کو طول دینا اور تصفیہ کو ٹالتا جا رہا ہے!

حضرت آیت اللہ کاشانی میری گفتگو بڑی توجہ اور التفات سے سنتے رہے اور بھارت کی وعدہ خلافیوں، زیادتیوں اور ظلم و جور کی مختصراً تفصیلات سُن کر بڑے استعجاب اور حیرت کا اظہار فرمایا ــــ ارشاد ہوا۔

"تم نے بہت اچھا کیا کہ مجھ سے کھل کر گفتگو کی، میرے سامنے سے بہت سے پردے اُٹھ گئے اور مجھے بہت سی باتیں معلوم ہوگئیں ــ!"

میں نے ایران پر روسی اثرات سے متعلق گفتگو کی تو آپ نے ارشاد فرمایا۔

"روس کا تصوراتی اثر ہمارے نوجوانوں پر بہت زیادہ ہے تودے پارٹی (عوامی پارٹی) جو حقیقتاً ایران کی کمیونسٹ پارٹی ہے یہاں کی سب سے منظم پارٹی ہے۔ حالانکہ یہ جماعت قانوناً ممنوع ہے لیکن اس کا اخبار نکلتا ہے اس کی تحریریں اشتہارات اور کتابچوں کی شکل میں شائع ہوتے رہتے ہیں۔

میرے مزید پوچھنے پر آپ نے ارشاد فرمایا:۔

"ظاہر ہے کہ ہم مسلمانان کو روسی تصورات سے کوئی علاقہ نہیں، اور نہ ہم ان کے ہاتھ اپنے ملک کو فروخت کرنا چاہتے ہیں، لیکن اگر انگریزوں کی زیادتیوں کا یہ سلسلہ اسی طرح جاری رہا اور جمہوریتوں کا رویہ اسی طرح غیر ہمدردانہ رہا تو ہمیں مجبوراً روس کی طرف جھکنا پڑے گا"

....

میں نے عرض کیا

"آپ نے اس کے نشیب و فراز پر غور فرمالیا؟"

ارشاد ہوا:۔

ہاں!

یہ خیال حضرت آیت اللہ کاشانی جیسی شخصیت کا ہے جو علماء اور عوام دونوں میں یکساں مقبول و محبوب ہیں اور ان کا یہ خیال اپنے اندر بہت سے معنی پنہاں رکھتا ہے!

حضرت علامہ نے ایک تکلیف دہ راز کا بھی انکشاف فرمایا ـــــ جو دراصل راز سے زیادہ ایک پیام تھا یقیناً میں بہت سی دوسری باتوں کی طرح اس کو بھی لکھنے کی جرأت نہ کرتا لیکن اب حالات بدل چکے ہیں اور میں خود کو لکھنے پر مجبور پا رہا ہوں! آپ نے فرمایا۔

"تم اپنے محبوب وزیرِ اعظم[1] کو میرا اسلام پہونچاؤ اور ان سے بتاکید میری جانب سے کہو کہ پاکستان کے متعلق ایران میں (اور غالباً دوسرے اسلامی ممالک میں بھی) بڑی طاقت سے یہ پروپیگنڈہ کیا جارہا ہے کہ
پاکستان — اسلامی مملکت تو کجا صحیح معنوں میں ایک آزاد مملکت بھی نہیں ہے بلکہ پاکستان کی حیثیت برطانیہ کے ایک صوبے کی سی ہے اور یہ برطانوی شہنشاہیت کے ایک مہرے سے زیادہ کچھ نہیں ہے۔"

حضرت علامہ نے سلسلہ گفتگو جاری رکھتے ہوئے بڑے پرجوش انداز میں فرمایا:-

"میں جانتا ہوں کہ یہ غلط ہے لیکن عامۃ المسلمین پر اس کا غلط اثر پڑ سکتا ہے۔
وزیر اعظم پاکستان (لیاقت علی خاں) سے میری پرخلوص گزارش ہے کہ اس وقت قضیۂ نہر سوئز پھر اپنے شباب پر آرہا ہے اور سوئز برطانیہ کی رگِ جان ہے وہ (لیاقت علی خان) اس موقع پر نہایت واضح اور صاف بیان کے ذریعہ اپنے صحیح[2] موقف کا اعلان کرکے

---

[1] شہیدِ ملت لیاقت علی خان مرحوم ومغفور

[2] ۱۶ اکتوبر کو راولپنڈی میں ٹھیک اس وقت شہید کردیئے گئے جب وہ ایک

اس پر دیلینڈ سے کی قرار واقعی تحدید فرمائیں۔"

یہ تھی حضرت آیت اللہ کاشانی سے میری پہلی ملاقات کی سرگزشت، میں نے محسوس کیا کہ حضرت کاشانی اطال اللہ تعالےٰ عمرہ پاکستان اور پاکستانیوں کے اتنے ہی پرجوش اور پرخلوص ہمدرد ہیں جتنا کوئی پاکستانی عالم ہو سکتا ہے۔

میں نے حضرت کاشانی سے ملنے کے بعد دل ہی دل میں دعائیں مانگیں اللہ تعالےٰ ہمیں بھی کوئی کاشانی عنایت فرمائیے! آمین!

کاشانی "حلوہ مانڈے" والا "مولوی تسبیح" اور دو رکعت کا امام نہیں ہے وہ زندگی کا راہبر ہے میدان جہاد کا قائد ہے جس کے پیچھے ایرانی صف بستہ وصف آرا ہیں!

کاشانی کی پوری زندگی جدوجہد آزادی میں گذری ہے اور آج بھی اسی انداز

اہم تقریر کرنے والے تھے ——— بیگم رعنا لیاقت علی کے بیان سے معلوم ہوا کہ شہید ملت نے فرمایا تھا۔

آج مجھے اپنی زندگی کی سب سے اہم تقریر کرنی ہے"

شہید ملت کے ہاتھ کی ایک تحریر جو حادثہ عظیم" سے دو ایک دن قبل لکھی رکھی گئی تھی کا عکس گزٹ میں شائع کیا گیا ہے world should Know that the muslim world stand together

یہ ایک جملہ بتا رہا ہے کہ قائد ملت اپنی اس تقریر میں کیا کہنے والے تھے۔ اب کوئی نہیں بتا سکتا کہ اس دن کی تقریر کیا ہوتی اور دنیا کو آج ہمارے متعلق کس انداز میں سوچنا پڑتا۔

میں بسر ہورہی ہے!

ایران اور ایران ہی کیوں، جہاں تشیع کے سب سے بڑے پیشوا اور مجتہد، امیر وقت اور عہد حاضر کے نائب امام حضرت آیت اللہ الحاج آغا حسین بروجردی اطال اللہ تعالیٰ عمرہ پورے ایران میں ــــ علم وفضل، تقویٰ و پرہیزگاری اور بزرگی وبرتری میں کوئی دوسرا آپ کا مقابل و مماثل نہیں۔ آپ قم میں تشریف رکھتے ہیں۔

علم وفضل کے طنطنہ کا یہ عالم ہے کہ شہنشاہ ایران رضا شاہ پہلوی (ثانی) بھی در اقدس پر حاضری دینے کے لئے مجبور ہے! نیاز خلوص وشفقت کا یہ رنگ کہ مجھ جیسے ہیچمدان کو بھی نیازمندی سے مفتخر وسرفراز فرمایا!

قم حاضر ہونے کا مقصد حضرت علامہ کی حضوری سے سرفرازی حاصل کرنا تھا۔ میرے ساتھ جسٹس عبدالرحمٰن وائس چانسلر پنجاب یونیورسٹی اور ایران میں قائم شدہ موتمر کی ہنگامی کمیٹی کے کنوینر آقائے سعیدی بھی تھے۔

۱۰ ستمبر میری زندگی کی یادگار تاریخوں میں سے ایک ہے کہ اس روز میں حضرت علامہ کی حضوری سے سرفراز ہوا۔ میں نے سفر ایران کا مقصد اور موتمر سے متعلق تفصیلات عرض کیں اور طالب دعا ہوا۔

ارشاد ہوا:۔

تم میری دعاؤں اور برکات کو کہتے ہو! میں کیا اور میری حیثیت کیا؟

"تمہاری اس تحریک (موتمر عالم اسلامی) کو تو خود رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی برکتیں اور دعائیں حاصل ہیں۔"

پھر آپ نے وہ حدیث پاک، بیان فرمائی جس میں ملت اسلامی کو ایک جسم سے تشبیہ دے کر ارشاد ہوا ہے کہ اگر کسی حصہ جسم کو تکلیف پہنچے تو سارے اعضا تکلیف محسوس کرتے ہیں آپ نے اسی موقع پر سرکار دو عالم کی ایک دوسری حدیث بھی بیان فرمائی جس میں فرمایا گیا کہ ملت کی حیثیت ایک پنجہ کی سی ہے جب تک مختلف انگلیاں ہم آہنگی سے پنجہ سے ملی رہیں گی اس وقت تک پنجہ مضبوط رہے گا۔

"اور سچ ہے جب تک ہم اس حیثیت سے رہے ہم چار دانگ عالم میں کامران وشادمان رہے، ہم جہاں گئے کامیابیوں اور سرفرازیوں نے ہمارے قدم چومے۔ اور جب سے ہمارا رشتہ اخوت کمزور ہوا اور ہمارے اندر پھوٹ پڑی، رقابتیں شروع ہوئیں، ہم فروعات کی الجھنوں میں گم ہونے لگے ہم پر بھی ادبار آنے لگا۔ ہماری طاقت کمزور ہوگئی ہماری "نشوونما" رک گئی، ہم چھوٹے چھوٹے ٹکڑوں میں بنٹ گئے اور ہر بڑی طاقت ہمارا شکار کھیلنے لگی! آج اگر "موتمر" کے نام سے باہمی آویزشوں اور تفرقہ سازیوں کو ختم کر سکو —— تمام کلمہ گریوں کو ایک رشتہ اخوت ومحبت میں باندھ لے سکو تو اس سے بڑی اور کیا خدمت ہو سکتی ہے؟"

آپ نے پھر ارشاد فرمایا:۔

"جاؤ میری دلی دعائیں تمہارے ساتھ ہیں! میری جب نیک تمنائیں ساتھ ہیں! یہ ایک اچھی تحریک ہے اللہ اسے کامیاب کرے گا —— مگر ہاں راہ کے گڈھوں سے بچنا —— اسلام کے دشمن اس کو پسندیدہ نگاہوں سے نہ دیکھیں گے! وہ اس راہ میں روڑے اٹکائیں گے، تم میں پھوٹ ڈالنے کی کوشش کریں گے لیکن تم نے اگر اللہ پر بھروسہ

رکھا اور ہمت و استقلال سے کام لیا تو انشاء اللہ کامیابی ہی کامیابی ہے۔"

پھر آپ نے انتہائی بزرگانہ شفقت سے پاکستان کی خیریت اور اس کی ترقی کے متعلق دریافت فرمایا اور بڑے درد کے ساتھ "اپنے کشمیری بھائیوں" کا حال پوچھا اور رقت آمیز لہجہ اور مغموم آواز سے ارشاد فرمایا:۔

"مجھے معلوم ہوا ہے کہ ہمارے کشمیری بھائیوں پر کیا کیا مظالم توڑے جارہے ہیں اور انھیں کیسی کیسی اذیتیں دی جارہی ہیں —— میری دعا ہے کہ اللہ انھیں اس ابتلا سے جلد نجات دے!"

پھر قدرے بلند لہجہ میں ارشاد ہوا:۔

"یاد رکھو ہماری سب سے بڑی مصیبت ہمارے وہ بھائی ہیں جو اغیار کے ہاتھوں کی کٹھ پتلی بن کر ملت کی تباہی و بربادی کا باعث ہوتے رہے ہیں۔ خدا ملت کو ایسے غداروں سے بچائے!"

اور پھر اپنی بزرگانہ دعاؤں کے ساتھ مجھے رخصت کی اجازت دی!

حضرت علامہ کی خدمت میں حاضری نہ صرف یہ کہ میرے لئے اعزاز کا باعث ہوئی بلکہ اس صحبت میں ان کی نظر کرامت اثر نے اپنے جو اثرات میرے دل پر ڈالے ہیں، اور جو فیض بخشا ہے اس کی لذت حرف وصوت میں قید نہیں کی جاسکتی!

اے کاش!.........

لیکن میں کیا چاہتا ہوں مجھے خود نہیں معلوم!

تیرے جلوؤں کے آگے ہمتِ شرح وبیاں رکھ دی
زبانِ بے نگہ رکھ دی نگاہِ بے زباں رکھ دی

ایک دلچسپ ملاقات:-

ایران جاتے ہوئے صدر محترم موتمر عالم اسلامی نے یہ فریضہ بھی مجھ پر عائد کر دیا تھا کہ میں وہاں سید ضیاالدین طباطبائی کے مشورہ سے موتمر کی شاخ برائے ایران قائم کرنے کی کوشش کروں۔

سید ضیاء الدین طباطبائی موتمر کے پانچ نائب صدر میں سے ایک ہیں۔ قیام شاخ موتمر اور سیاسیات عالم اسلامی کے سلسلہ میں آقائے سید صاحب سے دو طویل ملاقاتیں ہوئیں۔

آقائے سید ضیاء الدین طباطبائی، موجودہ میدان اقتدار و سیاست سے دور اور بہت دور ہیں، لیکن ایران جدید کے بانیوں میں ایک ہیں۔ یہ ایران کے وزیر اعظم رہ چکے ہیں اور رضا شاہ اول کو برسر اقتدار لانے اور انھیں مالک تخت ایران بنانے والوں میں سے سید صاحب بھی ایک ہیں انھوں نے سب سے ممتاز و نمایاں حصہ ادا کیا ہے لیکن اس کے بعد ان کی ساری زندگی جلاوطنی میں گذری اور اب رضا شاہ ثانی — موجودہ شہنشاہ — کے دور میں واپس آئے۔

سید ضیاء کا شمار وہاں کے بزرگ سیاسئین میں ہے وہ مجلس کے ممبر نہیں ہیں۔ موجودہ ارباب اقتدار کے مسلک سے ان کا مسلک کسی قدر مختلف اور

جداگانہ ہے وہاں کے ایک طبقہ کا خیال ہے کہ وہ سوئیدین برطانیہ میں ہیں۔ لیکن میں ان سے ملنے کے بعد ایسا خیال نہ کرسکا۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ کہنا غلط ہوگا کہ برطانیہ نے انھیں اپنا رکھا ہے ـــــ وہ دراصل "نفت کو قومی بنانے" کی رفتار کو عجلت پسندی اور تعجیل سے بچانا چاہتے ہیں اور بس۔

ان کے گاؤں میں (جو تہران سے کچھ فاصلے پر ہے) اس موضوع پر ان سے میری تفصیلی گفتگو رہی ہے، وہ مجھے برطانیہ کے اتنے ہی سخت نکتہ چیں نظر آئے جتنے کہ محبان وطن ہوسکتے ہیں۔ انھوں نے بعض بڑی سچی باتیں بتائیں جن کی تفصیلات کا یہ موقع نہیں۔

آقائے سید ضیاء الدین طباطبائی نے مسائل عالم اسلام پر بڑی صاف اور پر از حقائق گفتگو کی۔ ان کی ہر بات ایک گہرے غور و فکر کا نتیجہ تھی۔ انھوں نے فرمایا "ممکن ہے میری گفتگو تلخ ہو لیکن واقعات سے آنکھیں بند کرلینے سے حالات بدل نہیں جاتے۔ حالات میں تبدیلی اور تغیر پیدا کرنے کے لئے "حالات" سے مقابلہ کرنا پڑتا ہے۔ آپ لوگ کام کر رہے ہیں اس لئے پر خلوص طریقہ پر عرض کروں گا تاکہ واقعات آپ کے سامنے رہیں۔ عالم اسلام کے مستقبل پر غور کرنے سے پہلے ہمیں اپنی کمزوریوں اپنے زخموں اور اپنے ناسوروں کو سامنے رکھنا پڑے گا۔ پھر یہ سوچنا پڑے گا کہ ایسا کیوں ہوا اور پھر اس کے حل پر غور کرنا ہوگا کہ اب نہ ہو اور یہی نہیں کہ اب ایسا نہ ہو، ہمیں سوچنا پڑے گا کہ ہماری موجودہ بے کسی اور مجبوری کس حد تک ہماری راہ کا پتھر بنی ہوئی ہے۔ پھر ترقی کے راستے اور شاہراہوں پر نظر دوڑانی ہوگی کہ جن پر ہم گامزن ہوسکتے ہوں ہمیں

حالات و واقعات کے مثبت و منفی دونوں پہلوؤں پر سوچنا چاہیے۔ کوئی ایک پہلو کو سامنے رکھ کر دوڑ پڑنا بھی اتنا ہی خطرناک اور مخدوش ہے جتنا کوئی دوسرا پہلو دیکھ کر رک جانا۔

صرف جذبات سے ملکوں کے سروں پر کامیابیوں کے سہرے نہیں بندھتے اور محض تمناؤں سے فیروز مندیاں نہیں حاصل ہوا کرتیں! تمنا کے ساتھ سعیٔ پیہم اور استقلال بھی ضروری ہے!

مقصد سے میں بھی اتنا ہی متفق ہوں جتنا کوئی ہو سکتا ہے لیکن جذبات میں اندھے بن کر نہیں اور عقل کی آنکھوں پر نادانی کی پٹیاں باندھ کر نہیں۔!

دوران گفتگو میں آپ نے ایک موقع پر فرمایا۔ کسی عاقل کا بہت مشہور قول ہے

توانا بود ہر کہ دانا بود

لیکن میں اس کو کیا کروں کہ باوجود کوشش کے میں اس سے متفق نہیں پاتا۔ "دانائی" کو "توانائی" بطور کلیہ تسلیم کر لینا ——— سوچتا ہوں کہ یہ خود کوئی نادانی تو نہیں! اور میں سوچنے لگا ہمارا "دانائے راز" بھی تو قدما کے "بازمانہ بہ ساز" کو بے تکلف "حدیث بے خبراں" کہہ کر گذر گیا ہے ——— اور یہیں اکتفا نہیں کیا بلکہ "بازمانہ بہ ستیز" کی دعوت عمل بھی دیتا ہے!

میں نے محسوس کیا کہ ہر چند کہ آقائے سید ضیاء الدین طباطبائی سے کوئی متفق نہ ہو لیکن ان کے صاحب علم و بصیرت ہونے سے انکار کی جرأت شاید ہی کوئی کر سکے۔

موتمر کی ہنگامی کمیٹی:۔

میں نے سیّد صاحب کے مشورے سے بہ سلسلہ "قیام شاخ موتمر" ایک ہنگامی کمیٹی تشکیل دی جس کے کنوینر پاکستان کے ایک عاشق اور ملت ایرانیہ کے پرخلوص کارکن آقائے غلام رضا سعیدی مقرر ہوئے!

آقائے سعیدی نے اس ہنگامی کمیٹی کے دو اجلاس میری موجودگی میں کئے جن میں وہاں کے مقتدر حضرات اور مختلف حجتہ اسلام بزرگوں نے بھی شرکت فرمائی۔ ان میں اہم ترین علمائے کرام بھی شریک ہوئے۔ جناب حجتہ الاسلام حضرت جنجانی اور جناب حجتہ الاسلام حضرت انصاری!

میں نے ان دونوں جلسوں میں موتمر عالم اسلامی کے اغراض مقاصد بڑی وضاحت سے بیان کئے اور موتمر نے اب تک جو ملی خدمات انجام دی ہیں۔ انھیں بڑی صراحت سے واضح کیا۔ اتحاد عالم اسلامی پر روشنی ڈالتے ہوئے میں نے کہا اور درخواست کی کہ "موتمر کی ایک مضبوط شاخ ایران میں بھی قائم کرکے اس رشتہ اتحاد و اخوت کو مضبوط سے مضبوط تر بنائیں" میں نے یہ بھی بتایا کہ "موتمر کا دروازہ ہر بالغ مسلمان کے لئے کھلا ہوا ہے خواہ اس کا تعلق کسی بھی ملک یا نسل سے ہو اور چاہے وہ کسی بھی اسلامی مکتب خیال سے وابستہ ہو"

میں نے کہا "یہ بڑی تکلیف دہ تاریخی حقیقت رہی ہے کہ بنیادی طور پہ ایک ہونے کے باوجود ہم فروعی و جزوی مسائل پر ہمیشہ ایک دوسرے

سے الجھتے رہے اور نہ صرف الجھتے رہے بلکہ باقاعدہ ایک دوسرے سے دست و گریبان
رہے اور یاد فرمائیے کہ یہ مبارزت ہمیشہ تکلیف دہ، نقصان رساں اور ملت کش
رہی ہے۔ ہمیں چاہئے کہ ہم سنجیدگی سے اپنی فرد گذاشتوں اور اپنی لغزشوں پہ
نظر ڈالیں۔ اپنی کوتاہیوں پر ٹھنڈے دل سے غور کریں اور ایماندارانہ طور پر یہ
عہد کریں کہ ہم آئندہ انھیں کبھی نہ دہرائیں گے۔ اگر ہم شیعیت و سنیت کے نام پہ
ایک دوسرے کو تباہ کرتے رہے تو یہ ہماری غلطی تھی اور اب ہمیں یہ عہد کر لینا
چاہئے۔ کہ ہم آئندہ ان حماقتوں کا ارتکاب نہ کریں گے اور پھر کبھی ان غلطیوں کا
اعادہ نہ ہونے دیں گے۔"

میں کہنے کو تو یہ سب کچھ کہہ گیا لیکن میری نظریں ہر چہار طرف پھرنے
لگیں در خصوصیت سے علمائے کرام کی جانب کہ کہیں انکی جبینوں پر شکن تو نہیں آگئی
اور میں کسی کی دل شکنی کا مرتکب تو نہیں ہوا —— لیکن وہاں غیض و غضب کی سرخیاں
نہیں تھیں۔ کسی ناگواری کا اظہار نہیں تھا، اور غالباً میرے اندیشے کو محسوس کر کے
حجۃ الاسلام حضرت رضا جہانی و حجۃ الاسلام حضرت سراج انصاری نے میری
تائید فرمائی۔ واعظ سدائی اشکوری اور آقائے کازرونی (رئیس تبلیغات اسلامی)
نے تائید مزید —— ان حضرات نے فرمایا "یہ سچ ہے کہ ہمیں اپنا جائزہ لینا ہی
چاہئے اور ایمانداری کے ساتھ اپنی غلطیوں کا اعتراف کرتے ہوئے ملت مسلمہ کو
جسد واحد تصور کرنا چاہئے اور اپنا ہر قدم اپنے ملی نقطۂ نظر کو سامنے رکھ کر اٹھانا چاہئے"!

ان گرامی قدر حضرات نے موتمر کے مقاصد کو سراہتے ہوئے وعدہ فرمایا کہ
انشاءاللہ وہ اسی کی شاخ کے قیام کے سلسلہ میں پورے طور سے امداد و اعانت

کریں گے ۔لیکن اُنھوں نے یہ بھی کہا کہ فی الوقت ایران بہت بڑے سیاسی بحران سے دوچار ہے۔ مسئلہ نفت ایران نے ہمیں ایک عجیب معاشی الجھاوے میں مبتلا کر رکھا ہے اور یہ سارے حالات ایک ذہنی کش مکش کا باعث بنے ہوئے ہیں ذرا سنبھالا ملے تو فوراً باقاعدہ کام شروع کر دیا جائے گا۔ لیکن اس دوران میں انشاء اللہ موتمر کی یہ ہنگامی کمیٹی اپنی پوری توانائی اور شدت سے کام کرتی رہے گی!

مجلس ملی میں:-

تہران کی اہم شخصیتوں میں اگر میں "رئیس مجلس ملی" آقائے سردار فاخر حکمت کا ذکر نہ کروں تو یقیناً ایک غلطی کا ارتکاب کروں گا ۔!

آقائے سردار فاخر حکمت ایران کی پارلیمان کے صدر ہیں اور ان میں وہ تمام اہلیتیں بدرجہ اتم موجود ہیں جو کسی "صدر پارلیمان" میں ہونی ضروری ہیں، صاحب نظر مدبّر اور صائب الرائے سیاس ہی نہیں ۔بلکہ قوت فیصلہ کے مالک بھی!

ان سے مختلف سیاسی ملی مسائل پر تفصیلی گفتگو اور تبادلہ خیالات رہا۔

ان کی نوازش سے میں پارلیمان کے اجلاس کا نظارہ بھی کر سکا!

مجلس کی عمارت میں جہاں اراکین کی نشستیں ہیں صدر نشیں کے اوپر چھت میں ایک چوکھٹا بنا کر قرآن پاک کے الفاظ لکھے گئے ہیں ۔

"وشاورھم فی الامر"

۹ ستمبر ۱۹۵۱ء تاریخ ایران میں وہ اہم تاریخ ہے جس دن مجلس میں ڈاکٹر مصدق نے برطانیہ کو اپنا آخری الٹی میٹم دیا تھا ـــــ حسن اتفاق اور میری

خوش نصیبی تھی کہ میں اسی دن پارلیمان ایران کو دیکھ سکا! "امتیازی مبصرین کی گیلری" میں مسز گریڈی (بیگم صاحبہ امریکن سفیر) سے ملاقات ہوئی اور نفت ایران کے متعلق امریکہ کے رویہ پر بڑی معلومات افزاء اور دلچسپ گفتگو رہی -!

میں بیگم صاحبہ کا شکر گزار ہوں کہ انھوں نے مجھے بعض بڑے کام کی باتیں بتائیں!

دانش گاہ میں!-

دانش گاہ (یونیورسٹی) تہران کے دیکھنے کا اعزاز بھی مجھے حاصل ہوا اور اس کے لئے میں آقائے ڈاکٹر علی اکبر سیاسی کا ممنون ہوں کہ ان کی نوازشوں اور عنایتوں سے مجھے دانش گاہ کے مختلف شعبوں کو تفصیل سے دیکھنے کا موقع ملا- ڈاکٹر صاحب دانش گاہ کے وائس چانسلر ہیں اور سابق میں وزیر خارجہ ایران رہ چکے ہیں- ڈاکٹر صاحب کا علمی مرتبہ بہت بلند ہے- اور بڑی سوجھ بوجھ کے آدمی ہیں!

یونیورسٹی جدید انداز کی ایک اچھی یونیورسٹی ہے خصوصیت سے سائنس کے جدید آلات اور معمل!

یونیورسٹی کے نظم ونسق اور اس کی ہر چیز سے نفاست اور سلیقہ مندی کا اظہار ہوتا ہے!

یونیورسٹی کے ساتھ ایک کلب ہے جسے "باش گاہ دانش گاہ" کہتے ہیں اس میں غیر ممالک کے طلبا اور اساتذہ مقیم ہیں- اپنے پاکستان کے بھی تین

طالب علم موجود ہیں!

ایک روز میں اپنے پاکستانی طلباء کی دعوت پر دانشگاہ میں پہنچا تو ایک صاحب کو قشقہ بہ جبیں اور زنار بدوش دیکھ کر حیران رہ گیا — !

مجھے بتایا گیا کہ

یہ ایک "ہندو مہاشے" ہیں جو سنسکرت کے پروفیسر ہیں اور ان کے سارے اخراجات بھارتی حکومت برداشت کر رہی ہے

دانش گاہ تہران میں اردو کا شعبہ بھی ہے اور ارباب دانش گاہ کی نظریں پاکستان کی جانب ہیں کہ یہاں سے کوئی پروفیسر[1] بھیجا جائے!

کیا ہماری حکومت، کوئی علمی ادارہ یا کوئی مخیر اردو نواز اس طرف توجہ دے گا؟ یہ صرف اُردو ہی کی ایک خدمت نہیں ہوگی بلکہ ایران اور پاکستان کو مزید قریب تر کرنے کے لئے ایک بڑا اٹھو ا قدم ہوگا —— اور ہر لحاظ سے مفید!

مصاحبہ مطبوعاتی:-

میں حکومت ایران کے محکمہ نشر واشاعت کا انتہائی طور پر ممنون ہوں کہ اس نے

---

[1] میں نے ارباب دانش گاہ کی خواہش اپنے ارباب اقتدار تک پہنچا دی اور یقیناً ذمہ داری کا بوجھ ان پر ہے۔ اگر وہ محسوس کریں۔!

میری تمام ملاقاتیں اور بیانات ریڈیو اور صحافت کے ذریعہ سے عام کر کے موتمر کا پیام تمام ایران اور ساری "فارسی دنیا" میں پہنچایا۔

اسی طرح میں وہاں کی صحافت کا انتہائی طور پر شکر گزار ہوں کہ ان کا رویہ نہ صرف ہمدردانہ تھا بلکہ بہت ہی نوازش آمیز اور برادرانہ رہا۔ ہر چند ایرانی صحافت میں موتمر کے پیام اور مقاصد کی عام اشاعت ہو چکی تھی لیکن پھر بھی میں نے ضرورت محسوس کی کہ ایرانی صحافیوں کے ساتھ ایک مخصوص نشست ہونی ہی چاہئے۔

اس مصاحبۂ مطبوعاتی (پریس کانفرنس) میں کافی دلچسپ سوال و جواب ہوئے اس کی تفصیلات میں جانے کی بجائے میں روزنامہ "کیہاں" میں شائع شدہ رپورٹ کا ترجمہ پیش کر رہا ہوں:۔

"آج صبح آقائے شفا صدر "ادارہ کل تبلیغات" کے دفتر میں آقائے انعام اللہ خاں، معتمد موتمر عالم اسلامی نے ایک پریس کانفرنس منعقد کی۔ اس میں خود آقائے شفا اور مدیران جرائد کی خاصی بڑی تعداد شریک تھی۔

آقائے شفا نے سب سے پہلے آقائے انعام اللہ خاں کا تعارف کرایا۔ اور ان کی تشریف آوری پر اظہار مسرت کرتے ہوئے فرمایا۔

"ادارہ تبلیغات نے اپنا یہ اصول رکھا ہے کہ ایران کے ہر آنے والے معزز مہمان کو اس مملکت کی صحافت، اس کی رفتار اور صورتِ حال سے آشنا کرے۔ آج آپ کو یہاں مدعو کرنے کا مقصد ہی یہ ہے کہ آپ ہمارے مدیرانِ جرائد سے واقف ہو جائیں۔ ہمیں امید ہے کہ آپ کا یہاں جتنے عرصے قیام رہے گا۔ آپ ان کے ہمراہ خوش رہیں گے اور یہی مسرتیں آپ اپنے ہمراہ لے جائیں گے۔

اس کے بعد آقائے انعام اللہ خاں نے اس وسیع القلبی اور مہمان نوازی کا قلبی شکریہ ادا کرتے ہوئے کہا :-

"میرے لئے یہی بہت بڑا افتخار ہے کہ میں نہ صرف آٹھ کروڑ مسلمانان پاکستان بلکہ ساری دنیائے اسلام کی عقیدت مندی، خلوص اور حُسن نیت کو خود شخصی طور پر آپ کی خدمت میں لے آیا ہوں اور ایرانی قوم کے اس دلیرانہ مقابلہ پر جو وہ اپنی دولت خداداد (تیل) کے لئے انتہائی شجاعانہ انداز میں کیا جا رہا ہے ——— خیر مقدم کرتا ہوں!

"آپ کے مسلمان بھائیوں کی طرف سے اور بالخصوص پاکستان کے سارے طبقات، بلالحاظ مذہب، ملت و سیاست اپنے ایرانی بھائیوں کے لئے کامل اعانت کا اعلان کرتے ہوئے اس حقیقت کا انکشاف کرتا ہوں کہ یہ واقعہ اس امر بین کی دلیل ہے کہ آج کا مسلمان اپنے حالات اور گردوپیش پر بڑی گہری نظر رکھتا ہے ——— یہی نہیں بلکہ اُسے مستقبل قریب میں اس اتحادی نقطۂ نظر پر بھی اتفاق ہے جو ایران سے صدیوں سے وابستگی کا عین نتیجہ ہے۔ اس مملکت سے پاکستانیوں کی برادرانہ محبت و احترام مسلّمہ حقیقت ہے۔ یہ واقعہ ہے کہ میں بے حد فخر کرتا ہوں کہ ایک ایسی مسلمان قوم کے درمیان ہوں جو ساری دنیا کے مسلمانوں کو قریب تر کرنے میں وفاداری کی حد تک متفق ہے!

"موتمر عالم اسلامی یا World Muslim Conference) اسلام کا ایک دائمی خدمت گزار ادارہ ہے اس کا صدر

دفتر کراچی ہی اور اس کی ۳۶ شاخیں مختلف ممالک میں پھیلی ہوئی ہیں اگرچہ اس کا مرکز کراچی ہے لیکن یہ بھی ممکن ہے کہ مسلمانانِ عالم کی سہولتوں کی خاطر اس کا مرکز کہیں اور بھی منتقل ہو سکے۔

"قرآن کریم کی آیت انما المومنون اخوۃ ـــ سارے مومن بھائی بھائی ہیں اس ادارہ کا نصب العین ہے اور نہ صرف گذشتہ اسلامی افتخارات کو دوبارہ زندہ کرنا بلکہ اُن کی وسعت و اشاعت اور ممالک اسلامی میں اتحاد و اتفاق اس کا ہمیشہ سے مقصد اولین رہا ہے!

"اس بیداری اور عہد نو کی داغ بیل سید جمال الدین اسد آبادی ایرانی کے ہاتھوں پڑی تھی اور اس روایت کو بزرگان اسلام مثلاً مصری محمد عبدہ، ترکی سید علیم پاشا، پاکستانی علامہ اقبالؒ قائد اعظم اور حضرت آیۃ اللہ کاشانی کے زیر سرپرستی پلی اور بڑھ رہی ہے۔ حضرت آیت اللہ کاشانی اتحاد ملل اسلامیہ کے لئے جس دقیقہ رسی اور کاوش قلبی سے کام کر رہے ہیں اور ساتھ ساتھ غیر اقوامی اثر و نفوذ کو دور کرنے کی جو مہم چلا رہے ہیں اس سے توقع ہے کہ اتحاد ہوگا ـــــــ اور بعید پر خلوص اور قلبی!

"اسلام وہ مذہب ہے جس میں نہ رنگ نہ بو نہ اصل نہ نقل جغرافیائی حدود کسی کا دخل نہیں۔ مسلمان وہ ہے جو ایک خدا پر ایمان لے آئے اس کے رسولؐ پر عقیدہ کامل رکھے خود

رسول اکرمؐ کا فرمان ہے "مسلمان سب بھائی بھائی ہیں" اور یہی فرمان مبارک موتمر عالم اسلامی کا خاص مقصد ہے، تاکہ ایک روحانی تعلق کا پھر سے احیاء ہو جائے۔ اور یہی وہ احساس ہے جس نے سارے اسلامی ممالک کو تیار کیا ہے کہ وہ تیل کے مسئلہ میں ایران کا پشت پناہ بننے کے لئے اٹھ کھڑے ہوں میں نے خود پاکستان میں اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے کہ دوپہر کی چلچلاتی دھوپ میں بوڑھے جوان، امیر فقیر نعرے لگا رہے تھے اور چلّا چلّا کر اپنی تائید اور کمک کا اظہار کر رہے تھے۔

"بدنصیبی یہ ہے کہ غیر مسلم حکومتیں اس پر بھی راضی نہیں ہوئیں کہ مسلمانوں کے جائز حقوق ہی دے دیں۔ اور پیچھا چھوڑ دیں۔

"میں اپنا پہلا فرض یہ سمجھتا ہوں کہ ایک پاکستانی اور معتمد موتمر عالم اسلامی کی حیثیت سے اپنے دلی اور گہرے تشکر و امتنان کے جذبات کا اظہار کروں جو مجھے ایران سے ہیں!

"یہ وہ پہلی ہمسایہ مملکت ہے جس نے استقلال پاکستان کی اہمیت کو پہچانا خوشیاں منائیں، اور ایک بھائی کی قلبی گہرائیوں سے پاکستان کے غم و شادی میں شریک رہا۔"

ایرانی اخبارات نے پاکستان کے حقوق اور اس پر اس کی جدوجہد میں جس طرح موافقت اور حفاظت کی ہے اس کے لئے پاکستان بے حد ممنون ہے، بالخصوص اس احساس سے کہ وہ ابھی نو بنیاد مملکت ہے!

آخر میں ایک بار پھر اس حقیقت کو دہراؤں گا جس کو پاکستان کے اکابر زعمائے اور سرزمین بارہا دہرا چکے ہیں کہ پاکستان مملکت ایران سے تعلیمی، تاریخی، لسانی اور دماغی ارتباط در روابط پر فخر کرتا ہے۔ ہم خواہ فرداً یا ساری قوم یہ اپنا فرض اولین سمجھتے ہیں کہ آپ کی شادی و غم میں برابر کے شریک رہیں۔"

اس تقریر کے بعد آقائے عرفانی نے جو سفارت کبرائے پاکستان کی مطبوعات اطلاعات سے وابستہ ہیں تقریر کرتے ہوئے کہا:۔

جس دن ہندوستانی فوجیں پاکستانی سرحدوں پر پہنچی ہیں سارے ایران میں بے چینی پھیل گئی اسی طرح ایرانی تیل کے مسئلہ پر سارے پاکستانیوں کا اتفاق اور عہد اعانت ایک ایسا واقعہ ہے کہ اس کی نظیر نہیں ملتی۔ موتمر عالم اسلامی نے جیسے ہی ایرانی تیل کے قومی بنانے کے مسئلہ کو سنا ہے اپنی امداد و اعانت کا اعلان کر دیا۔ بالخصوص برطانوی وزیر اعظم مسٹر اٹیلی کو جو خط گیا وہ بہت ہی خاص حقیقت رکھتا ہے۔"

تقریر جاری رکھتے ہوئے آقائے عرفانی نے کہا۔

"اسلامی ممالک ابھی تک مشکلات کا شکار ہیں۔ مثلاً انڈونیشیا اور برما باوجود آزاد ہونے کے ضمناً غیر کے پنجۂ استبداد میں گرفتار ہیں۔ ایران میں تیل کا مسئلہ، مصر میں نہر سوئز پاکستان میں کشمیر —— اور یہ سب اسی وقت حل ہو سکتے ہیں جب سارا عالم اسلام متحد و متفق ہو جائے۔"

اس کے بعد چند مدیران جرائد نے سوالات کیے جن کا تسلی بخش

جواب دیا گیا اور یہ پریس کانفرنس ظہر کے قریب اختتام کو پہنچی۔
(کیہان۔ مورخہ ۱۲ شہریور ۱۳۳۱ھ)

ایک حسین یاد

تہران کی یادوں میں ——— دربند کو بھول جانا ممکن ہی نہیں —!

دربند ایک خطہ حسن و شعر، تہران سے دس میل دور اونچی پہاڑیوں کی چوٹیوں پر ایک مدینہ رنگ و بو جو اپنی بلندیوں سے دنیا کی پستیوں کا نظارہ کرتا ہے۔

دربند نام ہی سے کسی طلسماتی مگر حسین و مضبوط خطہ حسن و شعر کا تصور سامنے آکھڑا ہوتا ہے۔

دور سے دیکھئے تو کچھ ایسا محسوس ہونے لگتا ہے کہ ان پہاڑیوں کے اس پار کہیں "افراسیاب" "اپنے گنبد نور" یا شہر "ناپرساں" میں آج بھی صریر آرائے "طلسم ہوشربا" ہے! ان پہاڑیوں پر نظر پڑتی ہے تو اب بھی محسوس ہونے لگتا ہے کوئی "مہرخ" اپنی کسی "مہ جبین" نواسی کو اپنے آغوش میں چھپائے کسی "ظالم" کی نظروں سے یہاں چھپی ہوئی ہے! طلسم ہوش ربا اک افسانہ سہی اور اس کے "دربند" اک کہانی لیکن یہ ایران کا دربند آج بھی اپنے دامن میں وہ سارا حسن و سحر سمیٹے ہوئے ہے جو افسانہ ہوشربا کی جان ہے! ——— لکھنؤ کے قصہ گویوں کے حسین تخیلات کو ایران کے صناعوں نے فطرت کی امداد سے اس انداز میں متشکل کیا ہے کہ ان

"افسانوں" پہ ایمان لے آنے کو جی چاہنے لگتا ہے!

شہر کا ہے کو ہے ریاض رضواں ہے کہ آسمان سے زمین پہ اتر آیا ہے -

کہکشاں ہے کہ زمین پر پڑی لہریں لے رہی ہے -

شکر گذار ہوں بیگم ماہ منیر کا کہ انھوں نے اس بلدۂ حسن و رومان میں کھانے پر مدعو فرمایا۔ بیگم ماہ منیر پاکستانیوں کے لئے اجنبی نہیں کہ موتمر کے اجلاس میں "جلسہ خواتین" کی صدارت کے لئے یہاں آ چکی ہیں! آپ کے شوہر آقائے جزائری وہاں کے وزیر تعلیم تھے! ایرانیوں کا ذوق آرائش و جمال اتنا بلند ہے کہ شائد ہی کہیں دوسری جگہ نظر آئے -! حوض و باغیچہ ہر گھر میں نظر آتا ہے اور حوضوں کی فراوانی کا یہ عالم ہے کہ اکثر گھروں کے ڈرائنگ روم بھی حوض اور مختلف اقسام کے پھولوں سے مزین نظر آتے ہیں!

غالیچے اور قالین ان کے گھر کی چیزیں ہیں اور اتنی عام کہ کوئی ان کا حریف نہیں! سلیقہ اور نفاست کا یہ طور کہ بہ مشکل یقین ہوتا ہے کہ ہم اسی دنیا میں ہیں!! کھانے میں نون سنگ (نان سنگ جو پتھروں پر پکائی جاتی ہے) عام ہے - زلف محبوب کی طرح طویل اور شب ہجر کی طرح بڑی - میں نے دیکھا کہ لوگوں نے دکان سے روٹی خریدی اور کاندھے پر رکھ کر گھر کو چلے - بچے روٹی لے کر چلتے ہیں تو ان کے پاؤں سے ٹکراتی رہتی ہے -

کباب روٹی بہت عام ہے اور ہر چھوٹے بڑے ہوٹل میں ملتی ہے - گھریلو گھانوں میں آب جوش مقبول عام ہے - کھانے عموماً بڑے لذیذ اور ارزاں ہوتے ہیں -

غربا، روٹی انگور یا پیاز کے ساتھ کھاتے —— سالن عموماً صرف ایک وقت کھایا جاتا ہے —— گوشت اور سبزی کا استعمال کثرت سے ہوتا ہے سرخ مرچیں بالکل نہیں کھائی جاتیں —!

امرا کے یہاں پلاؤ بریانی وغیرہ بھی عام ہیں —— بیگن بڑے شوق سے کھائے جاتے ہیں!

"چلاؤ" سے پاکستانی لاعلم تو نہ ہوں گے وہاں بہت عام ہے! سادے چاولوں کے نیچے دو سیخ کباب اور اوپر ایک کونے پر ابلے ہوئے انڈے کی صرف زردی (سفیدی نہیں) یہ ہے چلاؤ۔

کھیرے کو پھلوں کی صف میں ایک نمایاں مقام حاصل ہے، تربوز کا استعمال بڑی کثرت سے ہوتا ہے —!

غربا کو اکثر صرف انگور کھا کر پیٹ بھر لینا پڑتا ہے!

ایران کی ایک عجیب (ہمارے لئے) بات یہ معلوم ہوئی کہ ناما کو کلفت کہتے ہیں۔ مجھے بتایا گیا:۔

"وہ گھر بھر کی مصیبت و پریشانی اپنے سر پر لے لیتی ہے اس لئے اسے کلفت کہتے ہیں!"

بیگم ماہ منیر نے بڑے اہتمام سے یہ دعوت کی تھی اور اکثر معززین شہر اور وزراء، و علما کو مدعو کیا تھا۔ حضرت آیت اللہ کاشانی بھی مدعو تھے!

میں بیگم ماہ منیر اور آقائے جزائری کا انتہائی طور پر ممنون ہوں کہ انہوں نے

ایرانی معززین سے ملنے کا ایک بڑا خوش گوار اور اچھا موقع عنایت فرمایا۔

پاکستانی سفارت

اپنے اس سفر ایران میں اپنی سفارت متعینہ ایران کا انتہائی طور پر ممنون ہوں کہ ان کی رہنمائی اور اعانتیں بھی میرے بڑے کام آئیں!

فضیلت مآب راجہ غضنفر علی پاکستانی سفراء میں ایک نمایاں اور امتیازی مقام رکھتے ہیں

چنانچہ ایران میں ہماری سفارت کی کامیابیاں اتنی نمایاں اور ایسی واضح ہیں کہ ان کے متعلق کچھ عرض کرنا۔ سورج کو چراغ دکھانے کے مترادف ہے!

میں جب امریکہ گیا تھا اور واپسی میں مختلف ممالک اسلامیہ کے دورے کئے تھے تو بغداد میں راجہ صاحب نے بڑا اصرار کیا تھا کہ میں ایران بھی چلوں لیکن اس وقت موتمر کا اجلاس اتنا قریب تھا کہ میں تعمیل حکم نہ کرسکا اور مجھے راجہ صاحب سے شرمندہ ہونا پڑا تھا۔ اب میں مسرور ہوں کہ سفر ایران کی "ایک تقریب" پیدا ہوگئی اور میں راجہ صاحب کے فرمان کی تعمیل کرسکا! ہمارا عملہ سفارت متعینہ ایران جس انہماک اور خلوص سے نہ صرف پاکستان کی بلکہ ایران کی خدمات انجام دے رہا ہے تحسین و ستائش کی حدود سے آگے ہے! میں شکر گزار ہوں خواجہ عبدالحمید عرفانی کا جو ہمارے پریس اتاشی ہیں اور ایران کے نہ صرف اخباری حلقوں میں مقبول ہیں بلکہ وہاں کے علمی حلقوں میں بھی قدر کی نگاہوں سے دیکھے جاتے ہیں! نیز جناب درانی، جناب اقبال جناب

میجر علی احمد خاں اور کرنل صادق صاحبان کا بھی ممنون کرم ہوں کہ ان کی عنایات بھی ہمہ وقت شامل حال رہیں!

میں انتہائی طور پر ممنون ہوں آقائے عباس مستوفی کا جو ہمارے عملہ سفارت میں لوکل اڈوائیزر (مقامی مشیر) ہیں اور ایران میں میرے ترجمان رہے!

حرفِ آخر:-

اس سے پہلے کہ میں کتاب ختم کروں میں ایران کے عوام کو اپنا یہ پیام دینا چاہتا ہوں کہ ان کا یہ بھائی ان کی مہمان نوازیوں اور ہمت افزائیوں کا انتہائی طور پر ممنون ہے وہ جب ایران پہنچا تھا تو اس کے پاس کچھ نہیں تھا مگر ایک تحفہ خلوص اور ہدیہ محبت اور آج واپس ہو رہا ہے تو بھی کچھ نہیں لے جا رہا ہے مگر ایک متاع خلوص اور ایک خزانۂ محبت!

مجھے یقین کامل ہے کہ ایرانی اپنی جد وجہد میں کامیاب ہو کر رہیں گے خواہ "استعمار پرست" اور اسلام دشمن" طاقتیں کچھ بھی کریں۔ ایرانی اب آگے ہی بڑھتے رہیں گے اور انشاء اللہ اب انھیں کوئی طاقت نہ روک سکے گی۔ آج جب میں یہ یہ سطور لکھ رہا ہوں لیبیا آزاد ہو چکا ہے۔ مصر میں ہنگامے ہیں وہ بھی ایرانیوں کی طرح انتہائی جرأت و پامردی سے حریفوں سے نبرد آزما ہیں —— اور انشاء اللہ وہ دن دور نہیں جب پورا عالم اسلام مکمل طور پر آزاد و خود مختار ہوگا۔ یہ جو ابتلا ہے کچھ نہیں مگر ایک آزمائش اور انشاء اللہ تعالےٰ اسلامیان عالم اس آزمائش میں پورے اتریں گے —— آزمائش بھی انھیں کی ہوتی ہے جو صلاحیت

وجاہت رکھتے ہیں!

یہ رتبۂ بلند ملا جس کو مل گیا
ہر ایک کے نصیب میں دار و رسن کہاں

میری دعا ہے، ایران اور مصر ہی نہیں، بلکہ سارا عالم اسلام ان آزمائشوں میں پورا اترے ــــ آمین۔

میں حضرت علامہ امین الحسینی مفتی اعظم فلسطین کے اس پیام پر کتاب ختم کر رہا ہوں جو آپ نے میرے توسط سے ایرانیوں کو دیا تھا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم ۵

تمام تعریف سزاوار ہے اس خدا کو جو پروردگار ہے تمام عالم کا اور درود وسلام ہو سردار انبیاء پر اور ان کی آل اور ان کے اصحاب پر جو سب کے سب طیب و طاہر ہیں۔

اما بعد میں موتمر عالم اسلامی کی تنظیم کی طرف سے آج باعزت برادران ایران کی خدمت میں احترام و پسندیدگی کے ساتھ بہترین تحیۃ وسلام کا تحفہ پیش کرتا ہوں میں اس باعزت اور شاندار موقف کے اختیار کرنے پر دلی مبارکباد پیش کرتا ہوں جو ایران نے ظالم استعمار پرستوں کے مقابلہ میں اختیار کیا ہے یہ مستعمرین ایک مدت دراز سے اسلامی ممالک پر حاوی ہیں ان ممالک کے مصالح اور ان کے اعزاز کے خلاف اعمال کے مرتکب ہو رہے ہیں مسلمانوں کے ہر علاقے میں بغیر

ادنیٰ ترین رحم و انصاف کے مسلمانوں کا خون بہا رہے ہیں۔ یہ لوگ مسلمانوں کی غفلت اور عدم اتفاق سے فائدہ اٹھاتے ہیں اور نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ مسلمانوں کی جانوں کو ان کے اوطان کو ان کی آزادی کو اور ان کے حق خود ارادیت کو ناقابل بیان نقصان پہنچتا ہے اور اور انہیں شدید مصائب سے دوچار ہونا پڑتا ہے۔

آج مسلمانان عالم نظریں ایران پر ہیں اور ظالم مستعمرین اور برسر حق ایرانیوں کے مابین حق و باطل کا جو معرکہ درپیش ہے اسے جوش ولولہ اور حوصلے کے ساتھ دیکھ رہے ہیں۔ ساری دنیا کے مسلمان اس سلسلہ میں دل سے ایران کے موید ہیں اور اس کے لئے تیار ہیں کہ اس مقصد کے لئے اپنی جان و مال قربان کر دیں۔

ایران کے قابل فخر اعمال کو وہ فخر و مباہات کے ساتھ دیکھ رہے ہیں اور سے پسند کرتے ہیں۔

بلاشبہ اپنے حقوق مفادات اور عزت و شرف کو مستعمرین کے مظالم اور حرص و آز سے محفوظ رکھنے کے لئے تمام مسلمانان عالم کا باہمی تعاون اور مضبوط تعاون ایک فرض اہم ہے ان کے لئے بھی اور جماعتوں کے لئے بھی قوموں کے لئے بھی اور حکومتوں کے لئے بھی کیونکہ ایک مومن دوسرے مومن کے لئے سیسہ پلائی ہوئی دیوار ہے ایک دوسرے کی قوت کا سبب ہوتا ہے چاہے یہ ظلم و جبر مستعمرین کی طرف سے ایران میں ہو، مصر میں ہو پاکستان میں ہو فلسطین میں ہو یا مشرق و مغرب کے کسی ایسے مقام پر ہو جہاں اُمت اسلامیہ ان ظالموں کے ظلم کا شکار ہو۔

اور یقیناً اللہ کی مضبوط رسی اور اس کے دین قویم سے مسلمانوں کا

بالاتفاق وابستہ رہنمائی کامیابی اور سربلندی کی اساس ہے۔

ایران کی اپنے اس عظیم الشان جہاد میں کامیابی سارے عالم اسلامی میں دور رس اثرات پیدا کرے گی۔

"اور جس کسی نے ظلم کے بعد ظالم سے بدلہ لیا تو پھر اس کے خلاف کچھ نہیں کیا جا سکتا:-

اور اللہ ہی سے مدد مانگی جا سکتی ہے وہ بہترین مولیٰ اور اچھا مددگار ہے۔"

کولتار

مرزا عظیم بیگ چغتائی کی ادبی خصوصیات "کولتار" کے ہر باب میں نمایاں، اور ممتاز طور پر جھلکتی ہوئی دکھائی دیتی ہیں۔ چغتائی مرحوم کے ادب کی تین خصوصیتیں ہیں ـــــ ظرافت ـــــ تحیّر ـــــ اور دلکشی و رنگینی،

کولتار

مرزا جی کی بہترین تصانیف میں سے ایک ہے۔ یہ ناول ایک سانولی سلونی شریر لڑکی کی مزیدار اور ہنستی ہوئی کہانی ہے جو نہایت ہی پُرلطف اور نرالے انداز میں پیش کی گئی ہے۔

کولتار کا ہر باب اپنی جگہ پر خود ایک مستقل افسانہ ہے اور سارے باب مل کر ایک مکمّل کہانی ہے۔ اس کے واقعات بے حد پُرلطف اور حیرتناک ہیں اور پلاٹ بھی اتنا دلچسپ اور عجیب ہے کہ ہر باب کے ختم پر پڑھنے والے کی دلچسپیاں بڑھتی ہی چلی جاتی ہیں۔ کولتار کا شمار اُن ناولوں میں ہے کہ جنھیں ادب اور افسانوں کے شائق کسی قیمت پر نہیں چھوڑتے۔ کیونکہ سینکڑوں زندگی کی رنگینیاں اور حقائق اس میں موجود ہیں۔ مزاحیہ افسانہ نویسی کا اگر کمال دیکھنا ہو تو یہ ناول ضرور پڑھئے۔ قیمت مجلّد تین روپے

اُردو اکیڈمی سندھ
مشن لسوڈ ناکہ بندر روڈ کراچی

اُردو مرکز
گنپت روڈ۔ لاہور

شہزوری

یہ پُرلطف داستان ایک چونی کی تلاش سے شروع ہوتی ہے جس کی کم شدگی نے عشق و محبت کے عجیب و غریب شگوفے کھلائے۔ اس چونی نے ایک ایسی محبت کی بُنیاد رکھی کہ جس کی بہاریں ہی اپنے اندر خزاں کو جنم دیتے ہوتے تھیں۔ محبت پژمردہ ہو کر رہ گئی۔

یہ دو غریب دِلوں کی محبت تھی

افسردہ اور غریب حسن نے ایک اور نئی کروٹ لی۔ اب اس کے مقابل ایک دولتمند۔ بزدل عشق تھا۔ مگر عجیب و غریب عشق، وہ عشق جس پر حسن نے باتوں، لاتوں اور جوتیوں سے مشق ناز کی۔ مگر عشق کی وفا کیشیاں پھر بھی نیر متزلزل رہیں۔ آخر عشق کی وفا کیشیاں حسن کو اس منزل پر لے آئیں۔ جہاں عشق سراپا حسن ہو جاتا ہے اور حسن سراپا عشق مگر یہ ایک بزدل کا عشق تھا جس نے حسن کے ناز کو نیازمندیوں میں تبدیل کر کے حسن کی توہین طرح طرح سے دوسروں کے ہاتھوں سے کرائی، مگر اُف نہ کی۔ غریب حسن کی خودداریاں جاگ اٹھیں اور اس بزدل کو ایسی ایسی شکستیں دیں کہ آخر غلام بنا کر چھوڑا۔ اس کتاب کے دلکش واقعات پڑھ کر آپ بے اختیار پکار اٹھیں گے کہ اے عورت! تیرا نام شہزوری ہے!! کتابت و طباعت دیدہ زیب، قیمت بارہ آنے

اُردو اکیڈمی سندھ
مشن روڈ۔ ناکہ بندر روڈ۔ کراچی

اردو مرکز
گنپت روڈ۔ لاہور

کمزوری

ایک عجیب اور عبرتناک کہانی جو نہایت ہی پُرلطف اور دلکش پیرایہ میں مرزا عظیم بیگ چغتائی نے لکھی ہے۔ اس کتاب میں آپ ایک ایسے فریب کی حیرتناک داستان پڑھیں گے۔ جو محبت اور یگانگت کے پردوں میں ایک سہیلی نے اپنی دوسری سہیلی کو دیا۔ اس فریب کے پھندے اتنے حسین اور دل کش تیار کئے گئے تھے کہ ہر ہر قدم پر وفا اور محبت کا گمان ہوتا تھا۔ آخر یہ فریب اس وقت کھلا جب وہ ذلت کے گڑھے میں گر چکی تھی۔

چغتائی مرحوم نے اس کتاب کو اپنے مخصوص انداز میں اس مشہور مقولے کو سامنے رکھ کر لکھا ہے کہ:۔

اے عورت تیرا نام کمزوری ہے

کتاب شروع کرنے کے بعد اگر بغیر ختم کئے چھوڑنے کو دل چاہے تو ہمارا ذمہ۔ کتابت و طباعت حسین۔ خوبصورت گردپوش۔

قیمت ایک روپیہ بارہ آنے

اردو اکیڈمی سندھ
مشن روڈ ناکہ بندر روڈ کراچی

اردو مرکز
گنپت روڈ لاہور

حیدر آباد کی خونیں داستان

بھارت کے ہاتھوں دکن کی واحد اسلامی سلطنت پر درد ناک، الم انگیز اور بے پناہ مظالم کے چشم دید سچے حالات جس میں نام نہاد پولیس ایکشن مسلمانوں کو رفتہ رفتہ مٹانے کے لئے سازشوں کا جال مسلمانوں کے متعلق بھارت کی عام پالیسی اور آئندہ ارادوں کا پردہ چاک کیا گیا ہے۔

تاریخی واقعات کی روشنی میں بھارت کے تمام ناپاک منصوبوں کی پر اسرار کارروائیوں کو اس طرح بے نقاب کردیا گیا ہے کہ موجودہ واقعات اور کشمیر کو سمجھنے کے لئے اس معرکتہ الارا کتاب کا مطالعہ چراغ راہ کا کام دیتا ہے۔ اور کشمیر کے متعلق بھارت کے جھوٹے پروپگنڈے کی ریت کی دیوار گرجاتی ہے۔

موجودہ وقت میں ہر پاکستانی کے لئے اس کتاب کا مطالعہ از حد ضروری ہے۔

کاغذ۔ لکھائی۔ چھپائی اعلیٰ۔ قیمت صرف ایک روپیہ